شہادتِ ذو النُّورین رضؓ

بہ ترمیم و اضافہ

طبع ثانی

حکیم فیض عالم صدیقی

نام کتاب ــــــ شہادتِ ذوالنورین رضی

مؤلف ــــــ حکیم فیض عالم صدیقی

تعداد ــــــ ایک ہزار

ایڈیشن ــــــ دوسرا

ضخامت ــــــ ۱۰۴ صفحات

سائز ــــــ ۱۸×۲۲/۸

کتابت ــــــ قاری حبیب احمد جہلم

قیمت ــــــ

ناشر ــــــ شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات

ملنے کے پتے

۱۔ حکیم فیض عالم صدیقی ۔ جامع اہلحدیث محلہ ستریاں جہلم

۲۔ قاضی عبدالقدیر خاموش ناظم اعلیٰ شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات

۳۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت اہلحدیث پشاور
جامع اہلحدیث چوک فوارہ ۔ پشاور صدر

۴۔ مولانا عبدالواحد سلفی محلہ چراغ پورہ لالہ موسیٰ (گجرات)

۵۔ مکتبہ عثمانیہ ۱/۶ مسلم لیگ کوارٹرز کراچی

۶۔ مکتبہ عزیزیہ ۔ جامع قدس چوک دالگراں ۔ لاہور

عرضِ ناشر

شہادتِ سیدنا ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالباً ۱۹۷۵ء کے شروع میں طبع ہوئی ہمارے پاس کتاب مذکور کا ایک نسخہ اس وقت پہنچا جب کتاب مارکیٹ میں نایاب ہو چکی تھی۔

ہم لوگ عام متداول تاریخوں میں جو کچھ پڑھتے چلے آرہے ہیں ان میں اور شہادت ذوالنورین رضی کے مضامین میں زمین و آسمان کا فرق نظر آیا۔ مگر جب فاضل مؤلف کے بحوالہ واقعات پر خالی الذہن ہو کر غور کیا تو آنکھوں سے پردے ہٹتے چلے گئے، دماغ روشن ہوتا چلا گیا اور صحیح واقعات تصویریں بنکر آنکھوں کے سامنے ابھرتے رہے۔

عالمِ اسلام کے مظلوم ترین شہیدِ اعظم یعنی سیدنا ذوالنورین رضی جنھیں ۸۲ سال کی عمر میں لگاتار دو ماہ شدید محاصرے کے بعد اکتیس دن بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر نہایت شقاوت ظلم، بربریت اور بہیمیت سے جس طرح شہید کیا گیا اس کی مثال تاریخِ اسلام میں نہیں ملتی۔ مگر آج تاریخ کا جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ وہ ان عجمی نژاد سازشیوں کی ذہنی اختراع ہے۔ جن کے روحانی اب وجد نے پہلے سیدنا فاروق اعظم رضی کو شہید کیا۔ پھر سیدنا ذوالنورین رضی کو شہید کرکے خلافتِ نبوت کا خاتمہ کیا۔ اور اپنی بدکرداریوں و بداعمالیوں کی پردہ پوشی اور اپنے بچاؤ کے لیے سیدنا علی رضی کی آڑ لی مگر جب آپ بھی ان کی حسب مرضی ان کے کام نہ آسکے تو انہیں بھی شہید کر دیا ان کے بعد سیدنا حسن رضی کو مذل المؤمنین کہا انہیں زخمی کیا اور ان کو شہید کرنے پہ تل گئے مگر وہ بچ کر مدینہ پہنچکر واصل بحق ہو گئے تو سیدنا حسین رضی کو گھیر گھار کر مکہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر جب سیدنا حسین رضی کوفہ سے تین منزل کے فاصلہ پر پہنچے تو انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ میرا بھی وہی حشر کرنے والے ہیں جو اس سے پہلے میرے باپ اور بھائی کا کر چکے ہیں، تو وہ اسی

مقام سے خلیفۂ اسلام کے پاس پہنچنے کے لئے عازمِ دمشق ہو گئے۔ مگر جب وہ کربلا کے مقام پر پہنچے تو انہیں بھی ختم کر دیا گیا۔

اور جب مسلمان تاریخ سازی اور حدیث نویسی میں مصروف تھے تو یہ لوگ تاریخ کا حلیہ بگاڑنے میں مصروف تھے۔ آج ہمارے سامنے جو کچھ متداول انداز میں موجود ہے وہ انہی لوگوں کی وضعی اور کذب و افترا پر مشتمل داستانوں کا چربہ ہے۔

اور اس کی صورت یوں ہوئی کہ آگے چل کر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ احادیث کے ذخیرہ میں صحیح واقعات بھی موجود ہیں اور سیرت کی کتابوں میں بھی بعض صحیح واقعات موجود ہیں تو انہوں نے غلط واقعات کو مختلف صورتوں میں بار بار دہرا کر اس طرح تمام عالمِ اسلام میں پھیلانے کی کوششیں کیں کہ آج صحیح واقعات کو ان وضعی اور مکذوبہ واقعات سے الگ کرنا کسی سطحی قسم کے پڑھے لکھے آدمی کے بس کا روگ نہیں رہا۔

اور آج نوبت بایں جا رسید کہ ہمارے محراب و منبر بھی عجمی نظریات کے ترجمان ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے پریس سے بھی غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہی باتیں دوہرائی جا رہی ہیں۔ اس مقام پر مثالاً میں ایک موٹی سی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازواج النبیؐ کو یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء فرما کر نہ امہات المومنینؓ ہونیکا تمغۂ سرمدی عطا فرمایا ہے کہ دنیا بھر کی کوئی خاتون ان کی ہمسر نہیں اور حضور نبی کریمؐ نے سیدۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق فرمایا ہے کہ میری ازواج میں عائشہؓ کا مقام ایسا ہے جیسا کھانے میں ثرید کا مقام۔ مگر ہمارے محراب و منبر سے آج بھی علی الاعلان سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ اگر یہ مقام حضور نبی اکرمؐ کی بناتؓ میں سے ہی کسی کو بخشنا تھا تو وہ سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا ہو سکتی تھیں۔ جن کی شان میں نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا ھی افضل بناتی

سیدہ فاطمہؓ کا مقام اپنا، سیدہ رقیہ الزہراؓ کا مقام اپنا اور سیدہ ام کلثومؓ کا مقام اپنا۔ یہ تمام بنات الرسولؐ اپنے اپنے مقام کی حامل تھیں مگر سیدۃ النساء کے خطاب سے امہات المومنینؓ کے مقابلہ میں باقی تین بیٹیوں کو چھوڑ کر صرف ایک کو

نوازنا مدعیانِ اہلِ سنت، بلا تفریق اہلحدیث، احناف، شوافع، حنابلہ اور مقلدین امام مالکؒ کے پاس شرعی کوئی ثبوت نہیں یہ صرف عجمی نظریات کا کابوس ہے۔

اللہ تعالیٰ امام ابن تیمیہؒ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے جنھوں نے سب سے پہلے اماسِ ملت کے اس سرطانی پھوڑے کی تشخیص کر کے اس پر نشتر زنی کی طرح ڈال کر امت کو اس سرطانی پھوڑے کی سمیت سے آگاہ کیا۔ اور ان کے بعد امام ابن العربیؒ نے امت کو خبردار کیا۔ ابن العربیؒ کے بعد طویل خاموشی طاری رہی۔ ماضی قریب میں تحفہ اثنا عشریہ اور آیات بیناتؒ لکھی گئیں مگر ان کا موضوع عقائد و اعمال تک محدود رہا۔

البتہ مرزا حیرتؒ نے تاریخی انداز میں اس کام کو سنبھالا اور ان کے بعد محمود احمد عباسی نے نظائر و شواہد کی زبان میں حقائق کا ذخیرہ پیش کیا مگر تاریخی خلا پُر نہ ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کا سہرا جس مجاہد دین و ملت کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ عظیم شخصیت اس وقت ہمارے درمیان حکیم فیض عالم صدیقی کے نام سے موجود ہے۔ موصوف نے اس عجمی سازش کے مالہ و ما علیہ سے جس چونکے انداز میں ملت کو روشناس کرایا ہے وہ اسی صاحبِ دل پیر مرد کا کام ہے۔

عجمی سازش کہاں سے پھوٹی، کیسے پھوٹی، کیسے پروان چڑھی، اس کے عقائد و اعمال کے شگوفے کیسے پھوٹے، ان پیڑوں کی آبیاری کیسے ہوئی اور کس نے کی۔ اسلامی عقائد کے پہلو بہ پہلو عجمی عقائد کس طرح پھلتے پھولتے رہے، مصر، بغداد، دہلی، لکھنؤ، میسور میں ان لوگوں نے کیا کیا، ان کے دین کی بنیاد کس بات پر ہے ان کا رب کون ہے؟ ان کا دین کونسا ہے، ان کی شریعت کیا ہے؟ محمد رسول اللہؐ کی ازواجؓ اور صحابہؓ کو یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمیں اس پیرِ مرد کی کتابوں ہی سے حاصل ہوا ہے۔

شہادتِ ذوالنورینؓ کے مطالعہ کے بعد دل میں اس قسم کی آرزوئیں مچلنے لگیں کہ مؤلف کی خدمت میں خود حاضر ہونا چاہیئے۔ مگر بعض احباب سے اس قسم کے تاثرات شنید میں آئے کہ موصوف نہایت خشک مزاج قسم کے انسان ہیں اور ایک آدھ تمام

سے یہ بھی سننے میں آیا کہ موصوف کسی حد تک منکرینِ حدیث کے ہمنوا ہیں۔ بہر حال ہم چند احباب ہر چہ بادا باد کا ورد کرتے ہوئے اس پیر بزرگ کی خدمت میں پہنچے۔ چند لمحات میں ہی معلوم ہوگیا کہ موصوف کی خشک مزاجی کی ہوائیاں اُڑانے والے یا تو خود احساسِ کہتری کا شکار ہیں اور یا انہیں اپنی خود ساختہ مزعومہ دینی قد آوری کو موصوف سے کسی قسم کے خطرات لاحق ہیں۔ ہم نے اتنا شفیق، خوش خلق، رحیم اور ٹھنڈے دل و دماغ کا انسان کہاں دیکھا تھا۔ ہم نے پہلی صحبت میں ہی ہر قسم کے اعتراضات کی ایک طویل فہرست آپ کے سامنے لڑھکا دی۔ اور ساتھ ہی ذہن میں پختہ خدشے کے پیشِ نظر ہر قسم کی جھاڑ سننے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر وہاں تو دُور دُور تک خشک مزاجی تو در کنار معمولی سی ناگواری کا اثر تک نظر نہ آیا اور نہایت خندہ پیشانی سے ہمارے اعتراضات کے ایسے جوابات سے ہمیں مستفیض فرمایا کہ طبیعت میں اطمینان ہی نہیں بلکہ ایک گونہ سکون سا محسوس ہونے لگا۔

اور اس کے بعد مہینہ بھر میں کم از کم ایک دو بار حاضر ہونے کا معمول بن گیا۔ اور اب تو یہ کیفیت ہے کہ جب تک حاضر نہ ہوں ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ گویا یہ حاضری اب ہماری روحانی غذا بن گئی ہے۔ حکیم صاحب کے جذبات حضور نبی اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کے متعلق نہایت ہی نازک ہیں۔ اور دوازدہ مطہراتؓ اُمہات المومنینؓ کی ذوات قدسیہ اور صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قرآن و احادیث کی روشنی میں جس طرح موصوف نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں کاش کہ ہمت اور فراغت ہو تو اُسے ضبطِ تحریر میں لاکر ملک و قوم کے سامنے پیش کیا جاتے۔ یہ فدائے رسولؐ ثناخوانِ دوازدہ مطہراتؓ علمبردار لوائے صحابہؓ اپنے جذبات کے بحرِ زخار سے موتی رول رول کر نکالتا رہے اور ہم اپنی جھولیاں بھر بھر کر قوم کے سامنے لٹاتے رہیں۔

اپنے ان تاثرات میں ہم منفرد نہیں۔ بلکہ جو بھی ایک بار اس مردِ پیر کی خدمت میں پہنچ گیا وہ کچھ حاصل کرکے ہی اُٹھا۔

چنانچہ جمعیت اہلحدیث کے مشہور خطیب، ادیب، راہنما اور صحافی حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری "ایک محقق اور صاحب دل بزرگ سے ملاقات" کے عنوان کے

تحت لکھتے ہیں:۔

"چند ہی منٹوں میں (حکیم صاحب) ایسے گھل مل گئے کہ میری طبیعت کا تمام خوف و حجاب اور احترام بے تکلفی میں بدل گیا میں اسباب پر مجبور تھا کہ جن دوستوں سے حکیم صاحب کی خشک مزاجی بلکہ تلخ نوائی کا تذکرہ سنا تھا ان کے لئے ربّ ذوالجلال کے حضور میں عفو و درگذر کی دعا کردں۔"

اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

اس مجلس میں ہماری گفتگو کا محور زیادہ تر شیعہ عقائد، شیعہ تاریخ اور از اول تا ایں دور عالم اسلام میں ان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے تھا، حکیم صاحب کا مطالعہ اس عنوان پر بہت وسیع ہے اور وہ جو بات بھی کرتے ہیں اکثر باحوالہ کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:۔

میں نے اس ماحول سے جو کچھ اخذ کیا اس کے مطابق حکیم صاحب نہایت زیرک، معاملہ فہم اور دور اندیش بزرگ ہیں۔ . . . ان کا ماحول ان کی دیانت و امانت کا معترف ہے۔

حکیم صاحب کے متعلق حافظ کمیرپوری صاحب کے آخری کلمات جماعت کے لئے مشعلِ راہ ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:۔

حکیم صاحب کو اس بات کا شدید گلہ ہے کہ جماعت کے مبلغین رواجی اور سطحی کاموں میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ لیکن کئی ایک بنیادی اور علمی کام ایسے ہیں جن کی طرف کماحقہٗ توجہ مبذول نہیں کی جا رہی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث ٦ اکتوبر ١٩٧٨ء)

اس حقیقت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں کہ حکیم صاحب دس سال سے اصلاح عقائد اور تطہیر تاریخ کے کام میں نہایت نامساعد حالات کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں اپنے تن کی تمام توانائیاں، اپنے من کی تمام صلاحیتیں اور اپنے دھن کی آخری کوڑی تک اس دیوانگی کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے ہیں۔

شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات کے کارکن اپنے ابتدائی ایام سے ہی یہ داعیہ لے کر میدانِ عمل میں اترے تھے کہ معاشرہ کی ذہنی بے راہ رویوں کی اصلاح کے لئے خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق ہوں اپنے آپ کو مجاہدانہ وار وقف کئے رکھیں گے اور اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم لوگ پہلے دن سے تا ایندم اپنے آپ سے کئے گئے مواعید پر عمل پیرا ہیں تبلیغی انداز میں آج تک بیسیوں اجلاس منعقد ہو چکے ہیں جن میں ملک و ملت کی اہم شخصیتوں کے خطاب ہو چکے ہیں۔

اور علمی انداز میں شہادت سیدنا ذو النورینؓ کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت ہمارا پہلا قدم ہے ہم حکیم صاحب کے بے حد ممنونِ احسان ہیں کہ موصوف نے بغیر کسی مطالبہ یا شرط کے اس کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے کلی حقوق شبان اہلحدیث ہیل کو دید یئے

ہم امید کرتے ہیں کہ حکیم صاحب انشاء اللہ آئندہ بھی اپنی تالیفات کی طباعت اور نشر و اشاعت کی سعادت سے ہمیں محروم نہیں فرمائیں گے۔

(حافظ) قاضی عبد القدیر خاموش
ناظم اعلیٰ شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات
یکم جنوری ۱۹۷۹ء

شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات اپنے محسن اور مربی حاجی رحمت اللہ صاحب مدظلہٗ کی سرپرستی پر جس قدر فخر و ناز کرے کم ہے جن کی سرپرستی اور مالی تعاون سے ہم اپنے لائحہ عمل کو نہایت آسانی سے سرانجام دے رہے ہیں۔

شہادت سیّدنا ذو النورینؓ

مقدمہ ——————— طبع ثانی

۱۹۷۵ء میں شہادت ذو النورینؓ طبع ہوئی جس پر ماہنامہ میثاق، شمس الاسلام اور ہفت روزہ چٹان۔ خدام الدین اور الاسلام نے بھرپور تائیدی تبصرے لکھے۔ ہفت روزہ الاعتصام میں بھی صلاح الدین ندیم صاحب نے حوصلہ افزائی فرمائی۔

پہلا ایڈیشن اپنی معنوی افادیت کی وجہ سے چند ماہ میں ختم ہو کر نایاب ہو گیا اور دوسرے ایڈیشن کے لئے تقاضے شروع ہو گئے۔ مگر میں اپنی دیگر تالیفی مصروفیات نیز خانگی امور کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ کر سکا اچانک شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات نے دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تو میں نے یوں محسوس کیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک بہت بڑے فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش فرما دیا ہے۔

شہادتِ ذو النورینؓ کی اشاعت پر جن دینی اور علمی حلقوں اور جن اکابرینِ ملت کی طرف سے تائیدی اور توصیفی خطوط ملے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت ہے نہ فائدہ البتہ چند ایک مقامات سے اس قسم کے خطوط موصول ہوئے کہ کتاب کے بین السطور سے سیدنا ذو النورینؓ کی شہادت کی ذمہ داری کے متعلق اس قسم کے اشارات کا اظہار ہوتا ہے کہ سیّدنا علیؓ کا اس فعل میں ہاتھ تھا اور یہ بات مشاجرات صحابہؓ سے بڑھ کر شانِ صحابہؓ کے تنقیص ہونے کے مترادف ہے

میں اس موقع پر اس حقیقت کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ عجمی نظریات کے یکطرفہ پروپگنڈہ سے مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں کچھ اس قسم کے تاثرات جاگزیں ہو چکے ہیں کہ سیدنا علیؓ یا حضرات حسنینؓ کے حالات قلمبند کرتے وقت یہ تصوّر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ ان سے کسی قسم کی لغزش سرزد ہوئی ہے۔ مگر ایسا کہنے والے ہی بے دریغ قرطاس و قلم کے ذریعے اور

محراب و منبر نشینی کی آڑ میں سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس کے متعلق کذب و افترا پر مشتمل بہتانات کو دوہرائے چلے جاتے ہیں اور اگر کسی دوسرے مقام سے ان کے مزعومہ نظریات کے خلاف صحیح احادیث اور بین دلائل و شواہد کی روشنی میں کوئی ہلکی سی آواز بھی انکشافِ حق کے ضمن میں بیان ہو جائے تو چیخم دھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اس یکطرفہ ٹریفک پر اس کے سوائے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایسے افراد اپنی سطحی سوچ کی بنا پر ہر زمانہ میں صرف سبائیت کے ترجمان ہی بن کر سامنے آتے رہے ہیں۔

ایک صادق الایمان مسلمان کا ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب جنتی ہیں اور ایک آخری درجہ کے صحابی کے ایمان کے مقابلہ میں بھی اُمت کے تمام اتقیاء صلحاء اور اصطلاحی غوث، قطب، اوتار، ابدال اور اولیاء اللہ کے تمام اعمالِ حسنہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ان لمحاتِ صحبتِ نبوی ﷺ کے عشرِ عشیر کے مقابلہ میں بھی ہیچ ہیں جو اس نے نبی علیہ السلام کی صحبت میں گذارے۔ مگر وہ معصوم نہیں تھے۔ بلحاظ بشریت ان میں سے چند ایک زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر کسی ناگوار قسم کی حرکت کے ارتکاب سے اپنا دامن نہ بچا سکے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ اور وہ خاتون جو بحالتِ حمل نبی علیہ السلام کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتی رہیں اور ہر بار اُنہیں واپس کیا جاتا رہا۔ مزید تفصیل کے لئے مصنف عبدالرزاق جلد ۹ مطبوعہ بیروت صفحات ۲۴۰ سے ۲۴۷ تک روایت ۲۰۰۷۵ تا ۲۰۰۸۷ دیکھئے۔

نیز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بموجب روایت بخاری سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اِقْضِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ ھٰذا آپ میرے اور اس (علی رضی اللہ عنہ) کے درمیان فیصلہ کیجئے اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی روایت مطابق اقض بینی و بین ھٰذا الکاذب الاثم الغادر الخائن کو کہاں چھپایا جا سکتا ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ کی جگہ تھے اس لئے انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لئے کاذب، اثم، غادر اور خائن جیسے سخت الفاظ استعمال کئے۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُنہیں جواباً کچھ نہ کہا۔ مگر شعیب اور یونس کی روایت میں ہے فاستبّ علی و عباس عقیل کی روایت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی رُو در رُو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو جواب دیا۔

اسلام میں چچا بھتیجا کا سوال نہیں — یہاں سابقون الاوّلون، اصحابِ بدر اصحابِ شجرہ۔ فتح مکہ سے قبل اور بعد کی درجہ بندی کا سوال ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سابقون الاوّلون میں سے ہیں، اصحاب بدر اور اصحابِ شجرہ میں سے ہیں۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے مگر ان کے پیچھے رہنے نے ان کا مقام آخر میں اتنا بلند کیا کہ قرآن میں ان کی بلندئ درجات کی گواہی ثبت ہو گئی۔

اصل میں بتانا یہ مقصود ہے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے ارشاد خداوندی کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ لغزشیں ان کا آپس کے درمیان کا معاملہ تھا۔ کسی غیر صحابی کے دل میں ان کے متعلق کسی سوءِ ظن کا تصور بھی اس کی حسنات کو مبدل بسئیات کرنے کا سبب ہو سکتا ہے مگر واقعات کی صحیح صورت کے بیان کرنے کو اس کا عقیدہ گردان کر اس کا گھیراؤ کرنا سطحی سوچ کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ وہ سب کے سب رُشد و ہدایت کے نورِ مجسم تھے۔ ان کا نور قیامت تک اُمت مرحومہ کے قلوب کو منور کرتا رہے گا اور قیامت کے دن ان کے اس نور کا کامل ظہور ہو گا۔ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ الخ التحریم

”قریب ہے کہ تمہارا رب اُتار دے تم پر سے تمہاری برائیاں اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ اس دن جس دن اللہ تعالےٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ذلیل نہ کریں گے (ان کا حال قیامت میں یہ ہو گا) ان کا نور دوڑتا ہو گا آگے ان کے اور ان کی داہنی جانب وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو کامل کر دے۔ اور ہماری مغفرت فرما تحقیق تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے“

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی لغزشوں کو سیئات کے لفظ میں بیان فرمایا ہے مگر مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی رٹ لگانے والے سطحی قسم کے ملانوں کی سمجھ میں یہ سیّات نہیں آ سکیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ سیّات اپنے اندر حسنات کی دُنیا آباد کئے ہوئے ہیں اور اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰت اس پر گواہ ہے۔

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم ان کے لئے یوں کہتے رہو:۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الحشر)

میں کسی دوسرے مقام پر سبائیت کے یکطرفہ (ONE WAY TRAFFIC) پروپیگنڈہ کے متعلق واضح کر چکا ہوں کہ ان لوگوں کی اس چالاکی نے مسلمانوں کے اذہان کو ناپٹ کر کے رکھ دیا ہے کسی دوسرے صحابیؓ کے متعلق جو چاہو کہتے جاؤ۔ مگر سیدنا علیؓ کا نام درمیان میں آئے تو مشاجرات صحابہؓ کی تلواریں میان سے نکل آئیں گی۔

ایسے لوگ ان حقائق سے قطعاً بے بہرہ ہیں کہ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں تھے اور سیدنا علیؓ بھی انہی صحابہ کرامؓ میں سے ایک تھے۔

۔جنگ خندق میں سیدنا علیؓ کے ہاتھوں ایک نوے سالہ پیر فرتوت کا مارا جانا رستم واسفندیار کی خیالی داستانوں کے مترادف قرار دے کر جھوم جھوم کر بیان کرنا گویا موجب نجات ہے۔ مگر ان تیرہ چودہ سالہ نوجوان لڑکوں معوذؓ و معاذؓ کا ابوجہل جیسے کافر کے قتل پر انہیں ہدیہ سلام پیش کرنا مشاجرات صحابہؓ ہو گیا۔

غزوہ احد میں سیدہ ام عمارہؓ دیوانہ وار حضور صادق و مصدوقؐ کے آگے پیچھے سینہ سپر ہو کر کافروں کی طرف سے آنے والے تیروں کے سامنے ڈھال بنی ہوئی ہیں اور حضورؐ فرماتے ہیں ام عمارہؓ تم پر میرے ماں باپ قربان مگر سیدہ فاطمہؓ کا حضورؐ کے زخموں میں کپڑا جلا کر رکھنا آج ہر مقام پر مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے حالانکہ سیدہ صدیقہؓ بھی ان کے ساتھ موجود تھیں۔ مگر سیدہ صدیقہؓ کا کبھی کسی نے بھول کر بھی نام نہیں لیا۔

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا اور ان کو سمجھنا اور بات ہے اور انہیں چاٹتے ہوئے گذر جانا اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا علیؓ کا اس وعدہ کے باوجود کہ میں سیدہ فاطمہؓ کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کروں گا ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کرنا اور حضور خاتم المعصومینؐ کا نہایت رنجیدہ اور غمزدہ ہو کر مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمانا جہلا کی نظروں میں سیدنا علیؓ کے لئے موجب

فخر و مباہات ہو سکتا ہے۔ مگر ابوالعاصؓ بن ربیع کے متعلق کسی مقام پر سرسری طور پر تعریف کرنا بھی مشاجرات صحابہؓ کے زمرے میں گھسیٹ لیا جاتا ہے جو ابوالعاصؓ اونٹ پر کھجوریں اور ستو لاد کر شعب ہاشم میں ہانک دیا کرتا تھا حالانکہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا اور نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ابوالعاصؓ نے دامادی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور یہ وہی ابوالعاصؓ ہیں جنہوں نے سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ کی وفات کے بعد بھی کوئی نکاح نہ کیا۔ یہ سیدہ زینبؓ وہی ہیں جنہیں نبی علیہ السلام نے افضل بناتی فرمایا تھا۔ مگر آج یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء کے صریحاً خلاف سیدہ فاطمہؓ کو ہر فرقہ کے خطیب اپنے خطبات میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کہہ کر لکارتے ہیں۔ اگر یہاں امہات المومنینؓ کے بجائے بنات الرسولؐ کا نام لینا ہی ضروری تھا تو وہ سیدہ زینبؓ ہو سکتی تھیں مگر اس قسم کے حقائق کا انکشاف سبائیت زدہ ذہنوں کے لئے مشاجرات صحابہؓ میں آتا ہے سیدنا علیؓ کی یمن سے واپسی پر کیا ہوا تھا کہ ان کے صحابی ساتھیوں کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنا پڑا تھا۔ مگر سیف اللہ خالدؓ نے بخاری کی روایت کے مطابق کہ سیدنا علیؓ نے چھ ماہ تک سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی کہنا جرم ہے مگر اس جلیل القدر انصاری صحابی سعد بن عبادہؓ کے متعلق بار بار دہراتے چلے جائیے کہ انہوں نے سرے سے بیعت ہی نہ کی تھی ان کے نزدیک کوئی گناہ نہیں۔ سیدنا علیؓ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے ہرمزان مجوسی کے قاتل سیدنا عبیداللہؓ کو بارہ سال بعد گرفتار کرنے کا حکم دیا جنہیں مقتول مجوسی کے مسلمان بیٹے نے ترکتہ للہ بقول طبری اللہ کے لئے معاف کر دیا تھا سخت توہین ہے۔ مگر سیدنا ذوالنورینؓ کو یہ کہتے چلے جائیے کہ انہوں نے اپنے شرابی رشتہ داروں کو عامل بنایا تھا حالانکہ سیدنا علیؓ کا واقعہ صحیح ہے اور سیدنا عثمانؓ کے متعلق صریحاً بہتان تراشی کی گئی۔

سیدنا علیؓ کا نام نہاد نو مسلم مجوس و یہود قاتلین عثمانؓ سے خلا ملا گویا عین روح اسلام ہے۔ مگر سیدنا امیر مروانؓ صحابی رسول کا سیدنا عثمانؓ کا سیکرٹری ہونا بہت بڑا جرم ہے۔ سیدنا علیؓ کا غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف مدینہ چھوڑ کر روانہ ہو جانا ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے مگر سیدنا ذوالنورینؓ کا نبی علیہ السلام کے ارشاد

کے مطابق سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کی تیمارداری کی وجہ سے بدر میں شامل نہ ہونا نہایت قابل اعتراض فعل ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک صحابیؓ کی لغزشیں عین اسلام ہیں اور دوسرے کے عین اسلامی افعال بھی ناقابل معافی جرم؟ مسلسل لگاتار تیرہ سو سال سے یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ کی ٹکسال سے جو جھوٹے سکے ڈھل ڈھل کر ہمارے خزائنِ ایمان میں خلط ملط ہو کر ہمارے ہاتھوں تک پہنچتے آرہے ہیں ہم نے انہیں زرِ خالص سمجھ لیا ہے امتدادِ زمانہ نے ہماری پہچان کی صلاحیتیں ہی سلب کرلی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق مسلمانوں کا ایمان بایھم اقتدیتم اھتدیتم کے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے ہی مسلمانوں کی نجات کا موجب بن سکتا ہے اور جس کے دل میں کسی صحابی کے متعلق ایک خشخاس کے ہزارویں حصے جتنا بھی بغض ہوگا وہ اسے جہنم میں لے جانیکا سبب ہوسکتا ہے۔

صحیح واقعات بیان کرنے سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کرلیا جاتا ہے کہ فلاں کے دل میں فلاں صحابی کے متعلق بغض پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسی سطحی سوچ سے اپنے امن میں رکھے۔ ایک سچا مسلمان اصحابی کالنجوم پر ایمان رکھتا ہے اور اسے موجب نجات سمجھتا ہے یہ سطور یہاں لکھنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ شہادت ذوالنورینؓ کے سلسلہ میں اکثر مقامات پر سیدنا علیؓ کا ذکر آیا ہے جس سے بعض سبائیت زدہ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات کے چھچھوندر سرسراتے نظر آئے ہیں۔ انہیں ایک رافضی کی تالیف الامامۃ والسیاسۃ کو ماخذ قرار دے کر لکھی ہوئی کتابیں تو عین اسلام نظر آتی ہیں۔ مگر قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں مرتب کردہ شہادت ذوالنورینؓ سے بغضِ علیؓ کی بو محسوس ہوگئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

شہادتِ ذوالنورینؓ پر ملک بھر کے اہم ترین جرائد کے تبصرے

ماہنامہ میثاق لاہور (جولائی ۱۹۷۷ء)

اس کتاب کے مصنّف جناب مولانا حکیم فیض عالم صدیقی صاحب ایک صاحبِ علم شخصیّت ہیں وہ عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کے موضوع پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی قلم سے بہت سی مفید کتابیں لکھی جاچکی ہیں جو شائع ہوچکی ہیں۔ اور ان کتابوں نے قبولِ عام کا مقام حاصل کیا ہے۔ ایک خاص گروہ نے اُمتِ مسلمہ کو تفرقہ میں ڈالنے کے لئے محبت اہل بیت کے نظریے کے تحت اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو بالخصوص خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کی ہے آج بھی یہ گروہ اپنے کام میں پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہے۔ اس گروہ نے اپنے سبّ و شتم کا ہدف سب سے زیادہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی ذاتِ اقدس کو بنایا ہے۔ زیر نظر کتاب اپنے عنوان کے لحاظ سے تو شہادتِ ذوالنورینؓ سے نامزد کی گئی ہے اور اس میں زیادہ تر شہیدِ مظلومؓ کی شہادت کے حقیقی اسباب و علل کا اظہار کیا گیا ہے لیکن پوری کتاب کے بین السطور میں ان غلط اور گمراہ کن باتوں کا ابطال موجود ہے جن کا سہارا لے کر ایک خاص گروہ امیر المومنینؓ، امام عادل اور شہید مظلوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے متعلق سوئے ظن پیدا کرنے کی مذموم حرکت کرتا ہے۔ شہادتِ عثمانؓ کے ضمن میں تاریخ کے صحیح اور حقیقی خد و خال سے واقفیّت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ انتہائی مفید ہوگا۔

۲۔ ہفت روزہ خدام الدین (۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس درجہ کے انسان ہیں اور جس حیثیت کے مسلمان ہیں اس کے لئے قرآن وحدیث کے دلائل اتنے ہیں کہ ان کا جمع کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن وہ ذاتِ اقدس جس سے بفحوائے حدیث نبوی فرشتے شرم کھاتے تھے آج پدر، مادر آزاد قسم کے لوگ شرم نہیں کھاتے اور اس عظیم ترین انسان پر کیچڑ اُچھالنے کو "تحقیق" کا نام دیتے ہیں۔ تاہم لکل فرعون موسیٰ کے اصول کے پیشِ نظر ہر دور اور ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود رہے اور ہیں جنھوں نے ہر طریق سے اہل زیغ وضلالت کا مقابلہ کیا اور ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا۔

جناب حکیم فیض عالم صاحب صدیقی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔ جو حق کی حمایت کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں۔ موصوف جو اس سے قبل کئی ایک قیمتی کتابیں لکھ کر اہلِ انصاف سے داد حاصل کر چکے ہیں نے اپنی اس تازہ کتاب میں سیدنا عثمان رضؓ کی سیرت وکردار پر بڑی خوبصورتی اور تحقیق سے قلم اُٹھایا اور فتنہ سبائیت کی حقیقت کو اَلم نشرح کر کے بقول یوسف سلیم چشتی فرض کفایہ ادا کیا ہے۔

ہم پڑھے لکھے لوگوں سے گذارش کریں گے کہ وہ جماعتی اور گروہی تعصب سے الگ ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ خدا کرے کہ یہ کاوش ان غلط فہمیوں کے ازالہ کا باعث بن جائے

۳۔ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ (اپریل مئی ۱۹۷۷ء)

زیرِ نظر کتاب کا موضوع سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی شورش اور آپ کی شہادت کے اسباب سے پردہ اٹھانا ہے۔ اس موضوع پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے اُمت مسلمہ کی ترقی روکنے اور اس کو ہمیشہ کے لئے اندرونی خلفشار سے دوچار کرنے کی سازش کی خلافت کو متہم کرنے کے لئے عمال پر بے اصل الزامات عائد کئے اور عامۃ المسلمین کے اندر ایک عام بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کی نتیجۃً انہیں کچھ ہمنوا حاصل ہو گئے جن کی مدد سے انہوں نے مدینہ منورہ پر یورش کی سیدنا عثمان رضؓ غنی نے ان کے اعتراضات کا مسکت جواب دے کر اپنا دفاع کیا لیکن ان کے اوپر تلوار اٹھانے کی شدت سے مخالفت کی۔ اس طرح اُنہوں نے اپنا خون دے دیا مگر مدینۃ الرسولؐ کی بے حرمتی کی اجازت نہ دی۔

فاضل مصنف نے اس تمام نقطۂ نظر میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ان سبائیوں کو خود صحابہ کرامؓ کے اندر متعدد ہمنوا مل گئے تھے حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت بھی اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ مگر اس وقت صحابہؓ کے اندر اس کو تائید حاصل نہ تھی بعد کے چند سالوں میں بعض اکابر صحابہؓ بھی اس مشن سے وابستہ ہو گئے تو سازشی کھُل کر سامنے آ گئے اور اُنہیں یہ جرأت ہو گئی کہ قصرِ خلافت کو ہی محاصرہ میں لے لیں۔ چونکہ عمال کو مدینہ کے اندر سبائیوں کے ساتھیوں کی طاقت کا اندازہ نہ تھا اس لئے باہر سے وہ خلیفہ کو کوئی مدد نہ بھیج سکے جس کے نتیجہ میں سازشی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ صحابہؓ کے اندر کون لوگ اس تحریک کو قوت پہنچانے کا ذریعہ بنے اس سوال کا جواب واضح طور پر کتاب سے نہیں ملتا لیکن اشاروں کنایوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس کی ذمہ داری بنو ہاشم اور خصوصاً حضرت علیؓ پر ڈالتے ہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں اُنہوں نے تاریخ کی کتابوں سے بعض شواہد بھی پیش کئے ہیں۔ لیکن زیادہ تر مختلف واقعات سے استنتاج کا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اتنی بڑی بات کہنے کے لئے مضمون کو شواہد سے مزید مدلل کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہر قاری شبہ میں پڑ جائیگا

لیکن فاضل مصنف کا ہمنوا ہونے میں شاید مشکل محسوس کرے۔ کتاب میں ضمنی طور پر شیعہ کی دسیسہ کاریوں کو خوب بے نقاب کیا گیا ہے۔ حاشیوں سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے قلم سے ہے۔
مجموعی طور پر کتاب اچھی ہے اور سوچنے کا مواد فراہم کرتی ہے۔

جائزہ:-

فاضل تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ "مصنف شہادت عثمانؓ کی ذمہ داری بنو ہاشم اور خصوصاً حضرت علیؓ پر ڈالتے ہیں اور واقعات کا اظہار استنتاج پر ہے اتنی بڑی بات کہنے کے لئے مضمون کو شواہد سے مزید مدلل کرنے کی ضرورت ہے۔"

یہاں چند باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ کی روشنی میں صاحب بصیرت اصحاب کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ قاتلین عثمانؓ کی سرپرستی کا کیا مطلب؟

۲۔ اشتر کے لئے یہ فرمانے کا کیا مطلب کہ اشتر میرے لئے ایسا ہے جیسا میں نبی علیہ السلام کے لئے تھا۔ اس کی ناراضگی کے بعد اُسے خوش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اس کی موت پر مرثیہ کہنے کا کیا مطلب؟ کیا سیدنا علیؓ اس بات سے بے خبر تھے کہ اشتر اور اس کے ساتھی ہی عثمانؓ کے قاتل تھے۔

۳۔ ذرا نظر کو دُور لے جائیے اور دیکھئے کہ ہرمزان مجوسی کے قاتل عبیداللہؓ بن عمرؓ کو ہرمزان کا ولی الدم اس کا بیٹا قاذبان جو سچا مسلمان تھا بقول طبری فترکہ للہ اللہ کی خوشنودی کے لئے معاف کر دیتا ہے۔

(اس مقام پر اسبات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ نے اپنے مال سے ہرمزان کا خون بہا ادا کرکے عبیداللہؓ کو آزاد کرایا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ اول تو ایک غلام کے قتل کے قصاص میں ایک آزاد آدمی کو اس کے قصاص میں قتل ہی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے

حضرت عبیداللہ کا یہ فعل ناحق قتل کے ضمن میں شمار نہیں کیا جا سکتا پھر سیدنا عثمانؓ کا اپنی طرف سے خون بہا ادا کرنا قطعاً غلط ہے)

مگر سیدنا علیؓ ایک مجوسی نو مسلم کے صحابی قاتل کو ہر حال میں قتل کرانا چاہتے ہیں۔ اور جب بس نہیں چلتا تو وقت کے انتظار میں خاموش رہتے ہیں اور جب قاتلین عثمانؓ نام نہاد خلافت کا تاج ان کے فرق انور پر رکھتے ہیں تو وہ سب سے پہلے عبیداللہؓ کی گرفتاری کا حکم جاری کرتے ہیں۔ مگر عبیداللہؓ کو اپنی سوتیلی والدہ سیدہ اُم کلثومؓ بنت علیؓ اپنے باپ کے عندیہ سے واقف ہو کر شام کی طرف بھاگ جانے کا مشورہ دیتی ہیں۔ فاضل تبصرہ نگار تو سیدنا عثمانؓ کے قتل کے متعلق پوری کتاب پڑھ جانے کے بعد شواہد کی تشنگی محسوس کرتے ہیں مگر یہ سلسلہ تو فاروق اعظمؓ کی شہادت تک جا پہنچتا ہے۔

۴۔ سیدنا حسنؓ کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ بیٹے اچھی طرح وضو کرو۔ تو حسنؓ عرض کرتے ہیں ابھی کل آپ نے ایک ایسے شخص (عثمانؓ) کو قتل کیا ہے جو مجھ سے بہت اچھا وضو کرتا تھا اور سیدنا علیؓ اپنے بیٹے کا یہ کڑوا جواب سنکر صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں اللہ تعالےٰ تمہیں عثمانؓ کی محبت زیادہ عطا کرے۔ (آل رقیہ الزہرا صفحہ ۶ مولفہ سید عبدالستار شاہ سابق صدر مدرس مدرسہ امینیہ میرٹھ)
نیز دیکھئے: ماہنامہ تجلی دیوبند جلد ۱۲ شمارہ ۲-۳ بابت ماہ اپریل ذمئی ۱۹۶۰ء صفحہ ۹۵)

۵۔ سیدنا ذوالنورینؓ کے طلب کرنے پر سیدنا علیؓ پہنچے اور جب باتوں میں تلخی پیدا ہوئی تو تمام حاضرین نے واشگاف طور پر کہا کہ آپ ہی قتل عثمان کے ذمہ دار ہوں گے اور آپ یہ سنکر اپنے غصہ کو برداشت نہ کر سکے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

مزید شواہد و نظائر کے لئے سیرت صدیقہ کائناتؓ کا مطالعہ ضروری ہے۔

استدراک:-

اس صورت میں بعض ناسمجھ قسم کے افراد شاید یہ کہیں کہ پھر سیدنا علیؓ کا مقام کیا رہ جاتا ہے ان کی نظر اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکی کہ عصمت اور چیز ہے اور صحابیت

درچیز ہے سیدنا حاطبؓ سے جو فعل سرزد ہوا تھا وہ قابلِ گردن زدنی تھا۔ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کو یہ کہہ کر منع فرمایا گیا تھا کہ عمرؓ! تم نہیں جانتے کہ یہ بدری ہے۔

اگر ایک عام صحابی کا بدری ہونا اس کی تمام لغزشوں کا کفارہ ہو سکتا ہے تو سیدنا علیؓ جیسے بلند مرتبت صحابیؓ کا جو عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہو۔ اصحاب شجرہ میں بھی شامل ہو۔ نبیؐ کا داماد بھی ہو اس کے جنتی ہونے کی بشارتیں بھی موجود ہوں۔ ان سے اس قسم کی لغزشوں کا صدور ہرگز ہرگز ان کے مقام صحابیت میں کمی کا موجب نہیں ہو سکتا صحابہ کرامؓ سے اس قسم کی لغزشوں کا صدور ایک نبیؐ اور ایک امتی کے درمیان ایک قسم کا حد فاصل ہے۔ یعنی نبی معصوم ہے مگر کوئی امتی معصوم نہیں ہو سکتا۔ فافہم فتدبر!

۴۔ ہفت روزہ چٹان (۵ رجولائی ۱۹۷۶ء)

مسلمانوں کے خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی حیات طیبہ کے بارے میں تحقیقی مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر تو خود رسول اکرمؐ محمد مصطفیٰ ہی نے دے دی تھی۔ لیکن انہیں بے گانوں نے جس طرح ۳۱ دن تک محصور کر کے بھوک اور پیاس سے تڑپا تڑپا کر شہید کیا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی یہ اور بھی انتہائی کمہ بناک بات ہے کہ انہیں کسی ویران جگہ محصور کر کے شہید نہیں کیا گیا بلکہ انہیں دار الحکومت میں ہی شہید کیا گیا۔ اور اس وقت حضرت علیؓ نہ صرف زندہ تھے بلکہ فعال اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ از خود حضرت رسول اکرمؐ محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لائے۔ اسلام کا قافلہ بڑھتا گیا اور پھر ایک دور آیا کہ رسول اکرمؐ نے اپنی حقیقی بیٹی سیدہ رقیہؓ کا نکاح اپنے اسی جان نثار حضرت عثمانؓ سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو سرورِ کائنات نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ (دو نور والے) کہلائے۔

فاضل مصنف محترم حکیم فیض عالم صدیقی نے اپنی اس کتاب میں نہایت تحقیق کے بعد واقعات کی نقاب کشائی کی ہے۔ اور جو لوگ اصل تاریخی حقائق جاننا چاہتے ہیں اور اسلام کے ابتدائی دور میں ہونے والی سازشوں کا اجمالی خاکہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب عظیم رہبر ثابت ہوگی۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر اس کا مطالعہ کرے۔ اُسے خود معلوم ہو جائے گا کہ یہودیوں اور ان کے ایجنٹوں نے آج تک مسلمان قوم کو کس طرح تاریکی و جہالت کے گڑھے میں دھکیل رکھا ہے ہم اس اچھی تالیف اور محنتِ شاقہ پر فاضل مصنف حکیم فیض عالم صدیقی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

ل: **تعلیقہ ذوالنورینؓ از مولف**:۔ ذوالنورینؓ کا عام مفہوم و مطلب صرف اس قدر ہمارے سامنے پیش کیا جاتا رہا کہ سیدنا عثمانؓ کو اس لئے ذوالنورینؓ کہا جاتا ہے کہ یکے بعد دیگرے حضور صادق و مصدوق کی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں آئیں اگر صرف اسی فضیلت کی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کو ذوالنورینؓ کہا جاتا ہے تو سیدنا ابی العاصؓ بن ربیع اور سیدنا علیؓ بن عبد مناف کو بھی ذوالنور کے القاب سے ملقب کیا جانا چاہیئے تھا۔ گو یہ بھی ایک وجہ فضیلت ضرور ہے مگر قرآن نے کسی مقام پر کسی پیغمبر سے رشتہ داری کو وجہ فضیلت قرار نہیں دیا سیدنا عثمانؓ کو ذوالنورینؓ کہنے کی وجوہات اپنے اندر چند اور اہم ترین حقائق سمیٹے ہوئے ہیں۔

۱۔ آپ نے لوجہ اللہ دو بار ہجرت فرمائی۔ ہجرت حبشہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لوطؑ کے بعد عثمانؓ کو ہی یہ شرف عطا ہوا ہے کہ اس نے معہ بیوی کے ہجرت فرمائی ہے۔ دوسری ہجرت، مدینہ کی ہجرت تھی۔

۲۔ سیدنا عثمانؓ دو اہم ترین مواقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود موجود قرار دیئے گئے۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضور خاتم المعصومینؐ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ الزہراؓ بیمار تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ذوالنورینؓ

کو ان کی تیمارداری کے لئے گھر رہنے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی اور غزوہ بدر کے مال غنیمت سے انہیں باقاعدہ حصہ دیا تھا۔ اسی طرح بیعت رضوان کے موقع پر سیدنا عثمانؓ موجود نہ تھے بلکہ وہ بیعت ہی آپ کے خون کے قصاص کے لئے کی گئی تھی۔ بیعت کے وقت آنحضرتﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو سیدنا ذوالنورینؓ کا ہاتھ قرار دے کر خود ہی ان کی طرف سے بیعت کی گویا یوم الفرقان اور بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود آپ کو موجود اصحاب کے زمرہ میں شمار کیا گیا۔

۳۔ نور صدیقیت اور نور شہادت کا عجیب امتزاج آپ کی ذات اقدس میں موجود تھا۔

۴۔ آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال خلافت فاروقیؓ کا نمونہ تھے اور آخری چھ سال سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کے انداز پر گویا ان دو خلافتوں کے پرتو کا مرقع ہونے نے آپ کو ذوالنورینؓ بنا دیا۔

۵۔ فتوحات کے لحاظ سے آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال سکندر ذی القرنین کی فتوحات کے مثیل تھے اور آخری چھ سال اصحاب کہف کی زندگی کا نمونہ تھے۔ سورۂ کہف کے ان دو واقعات کے پرتو کی عجیب مماثلت آپ کی ذات اقدس میں جمع ہوگئی تھی۔

۶۔ آپ کی ذات صدیق اکبرؓ کی سخاوت و محبت اور فاروق اعظمؓ کی فتوحات اور درویشانہ انداز کا عکس جمیل تھی۔

غرضیکہ آپ کی ذات اقدس مجموعہ حسنات و کمالات تھی جس میں متعدد دو دو قسم کی صفات کی یکجائی نے آپ کو عالم ارضی سے عرش عظیم تک کی فضاؤں کی مخلوق نے "ذوالنورینؓ" کے نام سے جانا، پہچانا اور پکارا۔

۷۔ آپ وہ واحد صحابیؓ ہیں۔ جن کے متعلق قیامت تک محراب و منبر سے فضائے بسیط میں کامل الحیاء والایمان کے نعرے گونجتے رہیں گے۔

اور ایسے ہوتے ہیں ذوالنورینؓ!!

۵۔ ہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ (۳۰ اپریل ۱۹۷۶ء)

محقق شہیر جناب حکیم فیض عالم صدیقی ہماری جماعت کے مایہ ناز اہل قلم ہیں تاریخ و سیر پر ان کی بڑی گہری نظر ہے۔

اختلاف امت کا المیہ۔ حقیقت مذہب شیعہ۔ مقام صحابہؓ۔ واقعہ کربلا۔ بنات الرسولؐ اور عترت رسولؐ جیسی محققانہ کتابیں لکھ کر اہل تشیع کی صفوں میں زلزلہ بپا کر دیا ہے۔ اختلاف امت کا المیہ میں آپ نے قدامت اہل حدیث کے علاوہ مذاہب اربعہ کی مکمل تاریخ سمو دی ہے۔ اور مرزائیت، فتنہ انکار حدیث کے ساتھ ساتھ سوشلزم کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب شہادت ذوالنورینؓ بھی ان کی تحقیق و کاوش کا بے نظیر مرقع ہے۔ مکتبہ عزیزیہ کے منصرم حافظ عزیز الرحمن صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا صدیقی صاحب کے رشحات فکر کو خوبصورت انداز میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت کرے اور مولانا صدیقی صاحب کی سعی و کاوش کو قبول فرمائے۔ شہادت ذوالنورینؓ کا دوسرا ایڈیشن جو اس وقت قارئین کے زیر نظر ہے شبان اہلحدیث ہیل ضلع گجرات کے اہتمام سے شائع ہو رہا ہے

"ناشر"

یوں تو اسلام کی تاریخ میں خون شہدا کی رنگینی اور حادثات فاجعہ کی کمی نہیں لیکن حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس قدر دردناک ہے جس کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ حقیقت میں یہ عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے عصمت و عفت، شرم و حیا کے بے مثل انسان جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عثمانؓ بہت حیادار ہیں ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اسی رفیق رسولؐ کا مفسدین نے کم و بیش چالیس روز تک محاصرہ کئے رکھا جب مفسدین آپ کے قتل کے منصوبے مکمل کر چکے تھے۔ تو آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ اے لوگو آخر کس جرم

میں تم میرے خون کے پیاسے ہو شریعت اسلامی میں کسی شخص کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں۔ اس نے بدکاری کی ہو تو اُسے سنگسار کیا جاتا ہے۔ اس نے قتلِ عمد کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جاتا ہے وہ مرتد ہو گیا ہو تو اس انکار پر اُسے قتل کیا جاتا ہے۔ تم اللہ کے لئے بتاؤ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ کیا تم مجھ پر بدکاری کا الزام لگا سکتے ہو۔ کیا میں رسول اللہ کے دین سے پھر گیا ہوں۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد رسول اللہ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی تمہارے پاس میرے قتل کی وجہ جواز باقی ہے۔ حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے ان دردناک الفاظ کا کسی کے پاس کبھی جواب موجود نہ تھا۔ لیکن پھر بھی مفسدین کے دلوں میں خوف خدا پیدا نہ ہوا اور مفسدین کی جماعت اپنے ناپاک ارادوں پر قائم رہی اور حضرت عثمانؓ کے خون سے قرآن کو رنگین کر کے رہی ستم یہ کہ اب بھی حضرت عثمانؓ پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان کا کافی و مسکت جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ ایسی کتابوں سے کوئی گھر اور کوئی لائبریری خالی نہیں ہونی چاہئیے۔

۶۔ ہفت روزہ الاعتصام (۱۸ جون ۷۶ء)

زیر نظر کتاب شہادت ذوالنورینؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کے بارے میں محقق بے نظیر نے بے نظیر تحقیق کے ساتھ لکھی ہے سیدنا عثمانؓ کی شہادت عالم اسلام کا وہ المیہ ہے جس کے گھاؤ کی ٹیسیں قیامت تک محسوس کی جاتی رہیں گی۔ مصنف صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں آپ کی شہادت کے ان پوشیدہ گوشوں کے چہروں سے نقاب کشائی کی ہے جو تمام تاریخوں میں موجود ہونے کے باوجود انتہائی چابکدستی سے مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو چالیس دن تک محصور رکھنے کے بعد کس بیدردی سے قتل کیا گیا۔ اور باغیوں کے خوف و ہراس کی وجہ سے حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جنازے میں شریک نہیں ہوئے ان کے جنازے میں سولہ افراد نے شرکت کی اور حضرت عثمانؓ کو باغیوں کے خوف سے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس موضوع پر اپنی نوعیت کی اولین تالیف ہے اور مصنف صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پوشیدہ گوشوں کو یکجا کر کے عظیم خدمت انجام دی ہے۔ تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے (صلاح الدین ندیم)

الاعتصام: تاہم کتاب کی "تحقیقات" سے ادارہ "الاعتصام" کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

استدراک: اس صورت میں جبکہ اہل سنت کے تمام فرقوں کے اکابرین نے اس تالیف پر اپنے جرائد میں بیسیوں تائیدی تبصرے لکھے ہیں اور سینکڑوں قدآور دینی شخصیتوں نے مؤلف کی اس کاوش کو پُرزور تعریفی الفاظ میں سراہا۔ اور محنت کی داد دی ہے ادارہ الاعتصام کے عدم اتفاق کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے خواہ مخواہ اپنے لئے جگ ہنسائی کا سامان بہم پہنچایا

ہے یہ سطحی سوچ سے اللہ تعالٰے اپنی پناہ میں رکھے۔ شاید ادارہ الاعتصام کے پیشِ نظر اپنے اکابرین کے اقوال ہوں چنانچہ دیکھئے فتاوٰی ثنائیہ جلد ۲ ص ۱۰ طبع لاہور۔ اور فتاوٰی نذیریہ جلد ۳ صفحات ۱۶، ۲۱، ۴۵، ۴۴۳۔ فتاوٰی نذیریہ جلد ۳ ص ۴۴۴ پر تو یہاں تک لکھا گیا ہے کہ اگر ایک ہی جگہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا ذکر آئے تو (حضرت) معاویہؓ کو حضرت نہ لکھا جائے۔

دین میں شخصیت پرستی — دین کے لئے سم قاتل ہے اور پھر شخصیت پرستی جب حدِ غلو سے بھی بڑھ جائے اور انسان حق و صداقت کے اظہار کو مصلحت وقت اور مداہنت کی نذر کردے تو سوائے الامان کے کیا کہا جا سکتا ہے۔

ادارہ الاعتصام اپنی افتادِ طبع کے باعث وسعت نظری کا "روگ" پالنے سے ہمیشہ قاصر رہا۔

جائزہ:۔

فاضل تبصرہ نگار کا یہ خیال درست نہیں کہ سیدنا ذوالنورینؓ کو یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ آپ کو اپنے ذاتی مملوکہ باغیچہ حش کوکب یعنی پھولوں کی پھلواری میں دفن کیا گیا تھا۔ یہ باغیچہ جنت البقیع کے ایک کونے میں واقع تھا جسے بعد میں جنت البقیع میں شامل کر دیا گیا۔ جیسا کہ آج تک موجود ہے۔

یہودیوں کو سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت سے ۲۸-۲۹ سال پہلے مدینہ سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس وقت مدینہ میں یہودیوں کا کوئی قبرستان موجود نہ تھا۔ ان کی قبریں اگر کہیں تھیں بھی تو وہ ۲۸-۲۹ سال کی مدت میں ملیا میٹ ہو چکی تھیں

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

پیش لفظ

از قلم جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی الحسینی شارح کلام اقبال وغیرہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ محترمی حکیم فیض عالم صدیقی صاحب نے "شہادت سیدنا عثمانؓ ذوالنورین" لکھ کر بہت بڑی دینی اور علمی خدمت انجام دی ہے۔ اگر پاکستانی مسلمانوں میں ذوقِ تحقیق ختم نہ ہو چکا ہوتا تو عوام اور خواص دونوں اس کتاب کو حرزِ جان بناتے اور مصنف کی قرار واقعی حوصلہ افزائی کرتے مگر —؎

آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

فاضل مصنف نے اپنے مقدمے یا "وجہ تالیف" میں یہ بات بالکل صحیح لکھی ہے کہ:۔

"شیعی نظریات جس چابکدستی سے تیرہ صدیوں سے اہل سنت کے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہے ہیں۔ اُن کے پیشِ نظر علماء اہل سنت کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے درمیان رفع سبابہ، رفع یدین، آمین بالجہر جیسے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ عظیم سے اُمت کو آگاہ کرتے اور اس کے ازالے کے لئے متحد ہو کر کوشش کرتے مگر افسوس کہ علماء کی اکثریت اپنے فروعی اختلافات، پر اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں ضائع کرتی چلی آ رہی ہے اور اہل فتنہ کی طرف سے شتر مرغ کی طرح اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام الناس (عامۃ المسلمین) شیعی دنیا کی تیار کردہ شرک و بدعت کی بھٹیوں میں کودتے چلے جا رہے ہیں۔۔۔۔ غضب خدا کا سنی علماء میں سے سینکڑوں حاملین جبہ و دستار، اغیار کے سُر میں سُر ملا کر انہی کا شائع راگ الاپ رہے ہیں۔"

محترمی صدیقی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے یہاں صرف ایک شاہد پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ محترمی صدیقی صاحب نے بھی لکھا ہے۔

سُنیوں کے سرتاج شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ مرحوم متوفی ۱۲۳۹ھ جانشین مجدد عصر شاہ ولی اللہ دہلویؒ مرحوم اپنی تفسیر پارہ عمّ میں لکھتے ہیں۔

"رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "علیؓ ابن ابی طالب" کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے"

قارئین اس جعلی اور جھوٹی روایت کے معانی پر غور کریں اور خود فیصلہ کر لیں کہ جب شاہ عبدالعزیز جیسے سُنی عالم نے اس روایت کو اپنی تفسیر کی زینت بنانے میں کوئی تامل نہیں کیا تو عوام شرک کی کس پستی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔

تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے اس جھوٹی روایت کو درج کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو اس پر ایک طالب حق حسب ذیل اعتراضات کر سکتا ہے:-

۱- اگر حضرت علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو صاحب موصوف معبود ہوئے یا نہیں؟

۲- اگر نہیں ہوئے تو کیوں نہیں ہوئے؟

۳- اور اگر ہوئے تو دو معبود ہو گئے یا نہیں؟

۴- حضرت صدیق اکبرؓ باجماع اُمت، حضرت علیؓ سے بزرگ تر ہیں بلکہ افضل الصحابہؓ ہیں تو حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھنے کا کیا ثمرہ ہوگا؟

۵- آنحضرت صلعم صدیق اکبرؓ سے بھی بزرگ تر بلکہ افضل الناس اور افضل الانبیاءؑ ہیں۔ تو آپؐ کے چہرے کی طرف دیکھنے کا ثمرہ کیا ہوگا؟

۶- بفحوائے روایت مذکورہ حضرت صدیق اکبرؓ کی تحقیر و توہین ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی؟

۷- اگر "النظر الی وجہ علیؓ" عبادت ہے تو یہ عبادت خود آنحضرت صلعم نے کی یا نہیں؟ اگر کی تو شرک جلی لازم آیا یا نہیں؟ اور نہیں کی تو ترکِ واجب لازم آیا یا نہیں؟

۸- اس حدیث یا ارشادِ رسولؐ پر کس کس صحابیؓ نے عمل کیا؟

۹- اگر نہیں کیا تو ترکِ اولیٰ لازم آیا یا نہیں؟ نیز اہانتِ ارشادِ رسولؐ ہوئی یا نہیں؟

۱۰- اللہ پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ حضرت علیؓ کو وفات دے کر اس نے لاتعداد مسلمانوں کو عبادت سے محروم کر دیا۔

۱۱- آنحضرت صلعم نے اس عبادت سے تمتع فرمایا یا نہیں اگر نہیں تو ترکِ اولیٰ لازم آیا۔ اور اگر فرمایا تو یہ فعل شرک ہوا یا نہیں؟

۱۲- حضرتِ علیؓ کو یہ مقام کب حاصل ہوا کہ اُن کے چہرے کی طرف دیکھنا "عبادت" بن گیا؟

نوٹ:- فی الحال یہ بارہ اعتراضات وارد کئے ہیں ان کے علاوہ اور اعتراضات بھی رہبر رواسٹاک میں محفوظ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علمائے اہلِ سُنت کی اس شرک نوازی اور علیؓ پرستی کو دیکھ کر یہ مصرعہ بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

ع   چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہی وجہ ہے کہ آج ہند و پاکستان کے ۷۵ فیصد مسلمان حضرت علیؓ کو "مشکل کشا" یقین کرتے ہیں اور ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے انہیں پکارتے ہیں۔

محترمی صدیقی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر "فرض کفایہ" انجام دیا ہے۔ مجھے یقین ہے اس کتاب کے مطالعہ سے سُنی مسلمانوں پر سید الشہداء امام مظلوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا مقام بھی واضح ہو جائے گا اور اُن کی دینی خدمات کا کچھ اندازہ بھی ہو جائے گا

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی خرابیٔ صحت کی وجہ سے اس کتاب کی خوبیوں پر بالاستیعاب تبصرہ نہیں کر سکتا اس لئے اس قول حق پر اکتفا کرتا ہوں کہ صدیقی صاحب نے تمام طالبانِ حق کے لئے راہِ تحقیق ہموار کر دی ہے اور وہ یہ بات بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں۔ ع   صلائے عام ہے یارانِ میکدہ کے لئے

کیا عجب کہ یہ کتاب کسی حق پژوہ کے دل میں تحقیقِ مزید کا داعیہ پیدا کر دے اور عامۃ المسلمین حقیقتِ حال سے آگاہ ہو سکیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ محترمی صدیقی صاحب کو حاسدین کے حسد اور معاندین کے عناد سے محفوظ رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں انہوں نے جس غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیا ہے وہ اس مُردہ قوم کے علماء و صوفیاء دونوں کے لئے "سُرمۂ عبرت" ہے۔ احقاقِ حق کے سلسلے میں اُنہوں نے تنِ تنہا عرصہ دراز سے کمر باندھ رکھی ہے اور اس سلسلے میں وہ کئی[1] کتابیں نامساعد حالات کے باوجود شائع کر چکے ہیں مثلاً "حقیقت مذہب شیعہ"، "واقعہ کربلا" "مقام صحابہ"، "بنات الرسولؐ" اور "عترتِ رسولؐ"

میں اپنے صدیقی محترم کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مفصل تبصرے کے لئے جس فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے وہ نہ مجھے اس وقت حاصل ہے اور نہ عنقریب حاصل ہونے کا کوئی امکان ہے اس لئے وہ مجھے معذور سمجھیں اگر میں نے ان چند سطور پر اکتفا کیا ہے۔

آخر میں قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کتاب کا مسودہ بالاستیعاب پڑھا ہے اور میں اس کی افادیت کا بصمیم قلب معترف ہوں۔ انشاء اللہ قارئین کو اس کے مطالعہ سے بہت نفع ہوگا۔ بلکہ ان کا ایمان تازہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو شر درالدہور سے محفوظ رکھے اور اس کتاب کو قارئین کے لئے نافع بنائے۔ ع۔ ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یوسف سلیم چشتی الحسنی 19-11-75

---

[1] پہلے ایڈیشن کے بعد پانچ کتابیں، شیر میسور سلطان ٹیپو شہید، امیر المومنین امیر ان بن الحکم، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۴ کے فوائد[illegible] پر ایک نظر، سرزمین راجوری اور صدیقہ کائنات طبع ہو کر ملک اور ملک سے باہر بیسیوں دیگر ممالک میں پہنچ کر داد تحسین حاصل کر چکی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

گلدستۂ عقیدت

★۔ عالمِ اسلام کے اس خلیفۂ اعظم کے حضور میں جس کے متعلق لسان صدق کا یہ ارشاد قیامت تک درخشندہ و تابندہ رہے گا۔

لیدخلن لبشفاعۃ عثمان سبعون الفاً قد استوجبو النار الجنۃ بغیر حساب (رواہ ابن عساکر) عثمانؓ کی شفاعت سے ستر ہزار مستوجب نار جنت میں جائیں گے۔

★۔ اس ضعیف العمر شہید اعظم کے حضور میں جس کے متعلق حامل وحی یوحیٰ کا ارشاد ہے

ان عثمان الاوّل من ھاجر الی اللہ باھلہ بعد لوط (رواہ طبرانی) عثمانؓ ان لوگوں میں سے پہلے ہیں جنہوں نے لوطؑ کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کی۔

★۔ اس کفیل جیش عُسرت کے حضور میں جس کا یہ واقعہ اظہر من الشمس ہے۔

جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالف دینا رفی کملہ حین جھز لہ جیش العسرۃ فنثرھا فی حجرہ فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلھا فی حجرہ ویقول ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین (رواہ احمد)

جب نبی علیہ السلام نے جیش عسرت یعنی اس لشکر کے لئے جو جنگِ تبوک کے واسطے نصاریٰ عرب و شام سے لڑنے کے لئے تیار اور مقرر فرمایا تھا سامان اکٹھا کرنا شروع کیا تو حضرت عثمانؓ آستین میں ہزار دینار کی تھیلی لائے اور آنحضرتؐ کی گود میں اُلٹ دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں اور جانچ کے طور پر اوپر تلے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ عثمانؓ اس کے بعد جو عمل کرے گا اس کو مضر نہ ہوگا یہ کلام آپؐ نے دو بار فرمایا۔

٭ ۔عصمت وعفت اور شرم وحیا کے اس بے مثل انسان کے حضور میں جس کے متعلق خاتم النبیینؐ نے فرمایا:۔ عثمانؓ حیی تستحی منہ الملئکۃ (رواہ ابن عساکر) عثمانؓ بہت حیا دار ہیں ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔
ان اشد ھذہ الامۃ بعد نبیھا حیاء عثمان (رواہ ابونعیم)
نبی کے بعد اس اُمت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمانؓ ہیں عثمان لیستحیہ الملئکہ وجھز جیش العسرۃ اللھم ادر الحق معہ حیث دار (رواہ الترمذی) عثمانؓ سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے جیش عسرت کا سامان کیا اور ہماری مسجد کو فراخ کیا یہاں تک کہ وہ ہمارے لئے کافی ہو گئی

٭ ۔اس نصیبہ ور کے حضور ہیں جس کے متعلق شافع محشر نے فرمایا:۔
عثمان بن عفان ولی فی الدنیا والاخرۃ (رواہ ابو یعلیٰ)
عثمانؓ بن عفان دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔

٭ ۔اس بلند مرتبہ خوش نصیب مبشر بالجنۃ کے حضور میں جس کو آنحضرتؐ نے اپنا کفو فرمایا۔

٭ ۔نبی علیہ السلام کے اس محبوب داماد کے حضور میں جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا
عثمان ام کلثوم الا بوحی من السماء (طبرانی) میں نے عثمانؓ کا نکاح اُم کلثومؓ سے نہیں کیا مگر بسبب وحی آسمانی کے۔

٭ ۔جنت میں نبی علیہ السلام کے اس رفیق کے حضور میں جس کے متعلق ارشاد ہے
لکل نبی رفیق فی الجنۃ ورفیقی فیھا عثمان (رواہ الترمذی) ہر نبی کا جنت میں رفیق ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمانؓ ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

حکیم فیض عالم صدیقی راجوری

وجہ تالیف

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں بظاہر مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔ اہل سُنت والجماعت، اہل تشیع اور خوارج۔ تیسرے گروہ کا ظہور معرکہ صفین کے دوران ہوا اور گو اہل تشیع کا ظہور بھی اسی دوران میں ہوا اور وہ لوگ کھُل کر بہت بعد میں سامنے آئے مگر اس گروہ کی بنیاد سیدنا فاروق اعظمؓ کی فتوحات ایران کے دوران میں جلولا اور نہاوند کے مجوسی غلاموں کے ہاتھوں رکھی گئی ان لوگوں کی سازش فیروز لُولُو مجوسی کی شکل میں سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کا سبب بنی۔ ایرانی حکومت کے بقیۃ السیف دہقانوں، مرزبانوں اور اُمراء و رؤساء کے دلوں میں اپنی شہنشاہی کی تباہی کا بڑا صدمہ تھا۔ اور وہ اس صدمہ کو آج تیرہ چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود نہیں بھولے۔ اس وقت وہ صدمہ تازہ تھا اور وہ ہر ایسا کام کر گذرنے کے لئے تیار تھے جس سے ان کے بغض و عناد کے جذبات کو کسی حد تک تسکین ملتی۔

فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد سیدنا ذوالنورینؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال بظاہر امن کے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں اندر اندر ان لوگوں کے بغض و عداوت کے جذبات میں کھُد بُد جاری رہی یہاں تک کہ عبداللہ بن سباء جیسا یہودی شاطر بھی ایک نئے انداز سے اسلام کے خلاف سازشوں کے تانے بانے تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔

واقعات کا سیاق وسباق اور اسباب وعلل کا مالہ وما علیہ ان اُمور کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت بھی سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کی ایک کڑی تھی۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ لوگ کھُل کر سامنے آگئے اور سیدنا علیؓ کو گھیر گھار کر خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے بعد مدینۃ النبیؐ کو انہوں نے اپنی تخریب کارانہ سرگرمیوں کے لئے ناموافق سمجھ کر سیدنا علیؓ کو آمادہ کیا کہ کوفہ کو دار الخلافت بنایا جائے۔ چونکہ کوفہ ایسی سازشوں کے پنپنے کے لئے موزوں مقام تھا۔
سیدنا علیؓ کے خطبات کو اگر یکجا جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی خلافت

کا تمام زمانہ ان لوگوں سے نالاں رہے اور آخر ان لوگوں کے ہاتھوں ہی خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے بعد سیدنا حسنؓ نے ان لوگوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد خلافت کا پتھر چوم کر چھوڑ دیا۔ آپ کی مومنانہ فراست نے خوب سمجھ لیا تھا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی کام نہیں کیا جا سکتا اور ان کو سیدھا کرنے کے لئے سیدنا معاویہؓ سے بہتر تمام عالمِ اسلام میں کوئی انسان موجود نہیں ہے۔ سیدنا حسنؓ کی یہ فراست نبیؐ کی پیشنگوئی کی تعبیر تھی۔ اگرچہ سیدنا معاویہؓ نے سبائیوں کے کس بل نکال کر رکھ دیئے۔ مگر وسیع و عریض مملکت میں یہ لوگ زیرِ زمین اپنی تخریب کارانہ سرگرمیوں میں مصروف رہے وقت موعود پر معاویہؓ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور حسنؓ بھی۔ اب سیدنا امیر یزیدؒ سریر آرائے خلافت تھے۔ یہ لوگ تبدیلیٔ خلافت کو ایک نیک شگون سمجھ کر سیدنا حسینؓ کو گھیرنے میں کامیاب ہو گئے اور آخر کربلا کا سانحہ دلدوز اور واقعہ جگر خراش پیش آیا۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ واضح طور پر شیعانِ علیؓ کے نام سے منصّۂ شہود پر نمودار ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اُس وقت یہ لوگ شیعانِ علیؓ تھے نہ اب ہیں۔ اس وقت بھی اسلام دشمن سرگرمیوں میں منہمک تھے اور آج بھی اسی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے تمام عقائد مجوس و یہود کے عقائد کا چربہ ہیں۔ وہ اسلام جو نبی علیہ السلام نے پیش کیا تھا اس کی ایک بات بھی ان کے دین میں موجود نہیں۔ میں نے ان سطور میں جن اُمور کی طرف اشارات کئے ہیں ان کی حقیقت بالتفصیل بالوضاحت اور مدلّل طور پر میں اپنی سابقہ تالیفات "حقیقتِ مذہب شیعہ"، "مقام صحابہؓ — بنات الرسولؐ"، "عترتِ رسولؐ" اور "واقعہ کربلا" میں بیان کر چکا ہوں۔

اگر بات یہیں تک رہتی یعنی یہ لوگ اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق یا اپنے روحانی ابّ وجد کے عقائد کے مطابق اپنی تیار کردہ دینی دُنیا میں جو چاہتے کرتے تو ہمیں ان کے حالات اہل سُنت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر بات بہت آگے بڑھا دی گئی۔

ان لوگوں نے بظاہر نبی علیہ السلام اور تین چار صحابہؓ کے علاوہ آج تک کسی

کو معاف نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام اور ان تین چار صحابہؓ کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ ان کی زبان میں اللہ کو بداء ہوتا ہے محمد رسول اللہؐ پر جبرئیلؑ غلطی سے قرآن لائے اصل میں قرآن علیؓ پر نازل ہوا تھا۔ مگر ہمیں اُن کے ان نظریات پر کبھی کوئی اعتراض نہیں تھا جبکہ وہ اپنی بدزبانیوں کو اپنی محفلوں تک محدود رکھتے۔ مگر ان کی "تبلیغی" سرگرمیوں نے اہل سُنت کی جاہل اکثریت کو اپنے پنجوں میں جکڑ کر ان کے عقائد میں رخنہ اندازی کی ہے۔ اس صورت نے مجبور کر دیا کہ ان لوگوں کے حالات بیان کر کے اہل سُنت کے جاہل طبقہ کو ان غلط فہمیوں سے نکالا جائے۔

کتنی حیرانی کی بات ہے کہ نبی علیہ السلام نے جسے مہدی و ہادی فرمایا ہو اور جس کے متعلق ارشادِ مغفرت موجود ہو ایسے لوگوں کو آج اہلسنت کا ایک کثیر گروہ اپنی جہالت کی وجہ سے اہلِ تشیع کی طرح بُرے لفظوں سے یاد کرتا ہے۔ اور اپنے خرمن دین و ایمان کو نذرِ آتش کئے جاتا ہے۔

شیعی نظریات جس چابکدستی سے تیرہ صدیوں سے اہل سُنت کے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہے ہیں۔ اُن کے پیشِ نظر اہل سنت کے علماء کا فریضہ تھا کہ وہ اپنے درمیان رفع سبابہ، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ عظیم سے اُمت کو آگاہ کرتے مگر افسوس کہ ان علماء کی اکثریت اپنے فروعی اختلافات پر اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں صرف کرتی چلی آ رہی ہے اور آج تک اہلِ فتنہ کی طرف سے شترمُرغ کی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھی ہے اور عوام شیعی دنیا کی تیار کردہ شرک و بدعت کی کھائیوں میں کودتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر سُنی علماء ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ غضب خدا کا کہ سُنی علماء میں سے بھی سینکڑوں حاملین جُبہ و دستار اغیار کے سُروں میں سُر ملا کر اُنہیں کا سارا الاپ رہے ہیں یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیزؒ جیسے نابغہ عصر جن کے قلم سے تحفہ اثنا عشریہ جیسی ضخیم کتاب لکھی گئی پارہ عمّ بتیساءلون کی تفسیر لکھتے ہوئے غیر محسوس کے طور پر شیعی وسیسہ کاریوں سے متاثر ہو کر "النظر الی وجہ علی عبادۃ" لکھنے سے نہ چوکے تو ان حالات

میں ماء و شما کا کیا ذکر؟

زیرِ نظر کتاب "شہادتِ ذو النورینؓ" کے نام سے موسوم کی گئی ہے اور اس میں صرف آپؓ کی شہادت کے واقعات ہی سمونے کی کوشش کی گئی ہے مگر اس کے بین السطور میں وہ اسباب و علل اور وہ واقعات و حالات خود بخود سامنے آتے چلے گئے ہیں، جو دنیائے شیعیت کے مالہ دما علیہ پر خود بخود منطبق ہوتے چلے گئے ہیں۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نام۔ عثمانؓ

کنیت۔ اسلام لانے سے پہلے ابو عمرو۔

اسلام لانے کے بعد سیدہ رقیہؓ بنتِ رسول اللہؐ سے نکاح کیا تو حضرت سیدہ کے بطن سے سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے ان کے نام پر ابو عبداللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے

لقب۔ ذو النورینؓ۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُمِ کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے ذو النورینؓ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ذو النورینؓ کے لقب کے متعلق گذشتہ صفحات میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

لہ بنات الرسولؐ شیعہ سُنی کا پرانا نزاعی مسئلہ نہیں بلکہ دورِ حاضرہ کے شیعوں کی ایجاد ہے شیعہ مذہب کی صحاح اربعہ اور دیگر تمام اُمہات الکتب میں نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کا ذکر موجود ہے اس سلسلہ میں راقم کے دو رسائل مکتوب مفتوح اور بنات الرسول طبع ہو چکے ہیں مؤخر الذکر میں چند شیعہ علماء سے اس موضوع پر خط و کتابت ہے اسی موضوع پر جھوک ڈہیل (بہاولپور) میں مولانا عبدالستار تونسوی اور مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے درمیان شعبان ۱۳۸۰ھ میں ایک فیصلہ کُن مناظرہ ہوا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ مولوی اسماعیل کوئی جواب نہ دے سکا۔

میرے رسالہ بنات الرسولؐ کی طباعت کے بعد مرزا یوسف حسین نے البتولؓ نامی ایک رسالہ لکھا۔ اس میں مذکور بڑے دُور کی کوڑی لایا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ سیدہ خدیجہؓ بحالتِ بیوگی نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئیں، مگر پہلے نکاح سے آپؓ کی بکارت محفوظ رہی اور لطف یہ کہ اسی کتاب میں وہ سیدہ زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو پہلے خاوند کی اولاد قرار دیتا ہے ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔ اس کے بعد کسی گل دوپہر کو یہ انکشاف ہوا۔ وہ سرے سے اس بات کا ہی منکر ہے کہ سیدہ طاہرہؓ کا کسی سے نکاح ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ آپ کنوار نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئی تھیں (اگلے صفحہ پر)

سلسلہ نسب :- عثمان ابن عفّان بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف گویا چھٹی پشت میں سلسلہ نسب نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب سے جا کر مل جاتا ہے ۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب :-

آپ کی والدہ کا نام اروی تھا اور اروی کی والدہ اُم حکیم نبی علیہ السلام کی پھوپھی تھیں ۔ بنت کریز بن ربیعہ بن عبد الشمس ۔ گویا آپ نجیب الطرفین قریشی تھے ۔

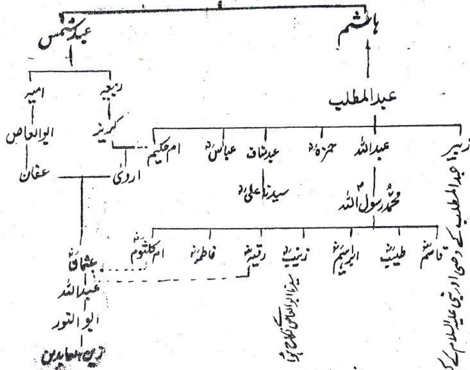
جن نسبتوں سے آپ یاد کیے جاتے ہیں ۔

عثمان رضؓ ابن عفان ، ابو عمرو ، ابو عبد اللہ القرشی الاموی ، امیر المومنین ذوالنورین صاحب ہجرتین زوج النبتین احد من عشرۃ المبشرہ خلیفۃ المسلمین احد من خلفاء راشدین من آئمۃ المہدین ۔

بقیہ صہ ۳۷ سے آگے) ملاحظہ ہو بنات رسول مؤلفہ سید محمد قیصر جعفری کا پیش لفظ از قلم ڈاکٹر علامہ سید مجتبےٰ احسن پی ایچ ڈی صہ ۵ سطور ۱۰ تا ۱۲) یعنی جب دنیائے شیعیت میں بنات الرسول ؐ سے انکار کا مالیخولیا پیدا ہوا تو ان لوگوں نے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مارنے شروع کر دیئے ۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں شیعوں کی امہات الکتب اصول کافی[1] صہ ۴۸۶ ۲ نہج البلاغہ[2] مصری جلد ۲ صہ ۸۵ فیض الاسلام[3] صہ ۵۱۹ ۔ قرب الاسناد[4] صہ ۶ منتہی الآمال[5] جلد ا صہ ۸۰ - ۷۹ مصنفہ شیخ عباس قمی ۔ تفسیر صافی[6] صہ ۱۴ مرأۃ العقول[7] شرح الاصول والفروع جلد ا صہ ۳۵۲ مجالس المومنین[8] صہ ۸۷ تہذیب[9] صہ ۱۵۴ کتاب شیعہ[10] تحفۃ العوام مصنفہ سید احمد علی صہ ۱۱۲ (اب تحفۃ العوام کے نئے ایڈیشنوں میں سے تین صاحبزادیوں کے نام خارج کر کے بقول خود مستوجب لعنت ہو چکے ہیں) شرح تفسیر مجمع البیان[11] جلد ۳ صہ ۱۸۳ تا ۲۲۳ حیات القلوب[12] جلد ۲ صفحات ۱۸۲ ۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۵۶۶ - ۲۱ - ۳ تذکرۃ المعصومین[13] طبع یوسفی دہلی شیعہ ترجمہ قرآن[14] مولوی مقبول زیر آیت یا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ ناسخ التواریخ[15] جلد ا کتاب ۲ مرزا محمد سپہر کاشانی اپنی اس مایہ ناز تالیف میں لکھتا ہے کہ حضرت ابو العاص رضؓ بن ربیع نبی علیہ السلام کے داماد تھے اور شعب ابی طالب میں دراصل میں اس شعب کا نام شعب ہاشم تھا یاران طریقت نے (باقی صہ ۳۹ پر دیکھیے)

شجرہ نسب سیدنا ذوالنورین رضؓ



عجمی دسیسہ کاروں نے اصلی زین العابدین کا نام تاریخوں سے محو کر کے علی رضؓ بن حسین رضؓ کو زین العابدین بنا دیا

سیدنا ذوالنورین رضؓ کا شجرہ نسب باپ کی طرف سے پانچویں پشت میں اور ماں کی طرف سے تیسری پشت میں آنحضرت ؐ کے شجرہ نسب سے جا کر مل جاتا ہے

(بقیہ صہ ۳۸ سے آگے) شعب ابی طالب بنا دیا) محصوری کے دوران گندم اور خرما شتر پر بار کر کے لے جاتے اور شعب میں ہانک دیتے اسی لئے نبی علیہ السلام ۔ فرمایا کرتے تھے کہ ابو العاص رضؓ نے دامادی کا حق ادا کر دیا حضرت ابو العاص رضؓ صاحب ثروت تھے ۔ مگر سیدہ زینب رضؓ بنت رسول اللہ ؐ کی وفات کے بعد سخت صدمہ ہوا اور دوسری شادی نہ کی ۔ مگر افسوس ہے ان سُنی علماء پر جو آج تک نبی علیہ السلام کے اس جوانمرد ترین داماد کے فضائل و مناقب سے مسلمانوں کو آگاہ نہ کرنے کی جرم میں مبتلا ہیں گویا ان کے قلوب و اذہان پر شیعی اثرات نے اس قدر قبضہ جما رکھا ہے کہ یہ لوگ حقائق کی شنید اور حقائق کی زبان دونوں سے عاری ہیں سیدہ زینب رضؓ کا بیٹا سیدنا علی رضؓ فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کا ردیف تھا اور اسی علی رضؓ کے ہاتھوں نبی علیہ السلام نے کعبہ کے بت گرائے تھے ناموں کی مشابہت یا سبائی دسیسہ کاریوں نے بت شکن علی رضؓ بن ابو العاص رضؓ کے بجائے سیدنا علی رضؓ بن عبد مناف کے نام کو شہرت دی ۔

پیدائش اور اسلام

نبی علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پانچ سال بعد پیدا ہوئے اس حساب سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ، ام المومنین سیدہ خدیجہؓ، سیدنا علیؓ اور سیدنا زیدؓ کے بعد سیدنا عثمانؓ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے اسلام لائے گویا اسلام لانے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر ہے بقول ابن سعد مصنف طبقات حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ خود نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔

دشمنانِ اسلام کی طرف سے ایذا دہی

جب آپ کے چچا حکم بن ابو عاص کو آپ کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو اس نے مضبوط رسی سے آپ کی مشکیں باندھ دیں اور دھمکاتے ہوئے کہا کہ تو اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف ہو گیا ہے خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو اپنے آبائی دین پر نہ آ جائے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا۔ خواہ یہ اذیتیں سہتے سہتے میری جان بھی کیوں نہ چلی جائے۔ اللہ رے استقامت!

کئی مرتبہ چچا نے چٹائی میں لپیٹ کر اوندھے منہ درخت سے باندھ دیا اور نیچے سے دھواں دیا۔ مگر آپ نے نہایت صبر و استقلال، جرأت و پامردی اور حوصلہ مندی سے یہ تکلیفیں برداشت کیں۔ اور مذہب اسلام پر ثابت قدم رہے۔

سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ سے نکاح اور ہجرت حبشہ

سیدہ رقیہؓ نابالغی میں ابولہب کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھیں ابولہب نے یہ نسبت فسخ کر دی تھی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے کر دیا چونکہ قریش مکہ کی ایذا رسانیاں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں اس لئے نبی علیہ السلام کے حکم سے بارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ سیدنا عثمانؓ معہ اپنی بیوی رقیہؓ اس پہلی ہجرت کے قافلہ کے امیر تھے مگر چار سال کے بعد واپس آ گئے۔

غزوۂ بدر کے وقت سیدہ رقیہؓ سخت بیمار تھیں اس لئے نبی علیہ السلام نے سیدنا عثمانؓ

کو اپنی پیاری بیٹی کی تیمارداری کے لئے گھر پر چھوڑ دیا تھا۔ فتح بدر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو سیدہ رقیہؓ انتقال فرما چکی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے بدر کی غنیمت سے آپ کو پورا حصہ دیا اور انہیں اصحاب بدر میں شمار فرمایا۔

سیدہ اُم کلثومؓ بنت رسول اللہ سے نکاح

سیدنا فاروق اعظمؓ کی بیٹی سیدہ حفصہؓ بیوہ ہو چکی تھیں۔ آپ نے اشارتاً سیدنا عثمانؓ سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے نبی علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملے گا اور عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی ملے گی۔ اس کے بعد سیدہ حفصہؓ سے نبی علیہ السلام نے خود نکاح فرما لیا اور سیدہ حفصہؓ کو ام المومنینؓ کا شرف حاصل ہوا۔ اور سیدنا عثمانؓ کو بلا کر کہا یہ حضرت جبرئیل کھڑے ہیں اور اللہ کا پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا تجھ سے نکاح کر دوں ۹ھ میں سیدہ ام کلثومؓ کی وفات پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ہاں چالیس اور بروایتے دیگر سو بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔

صلح حدیبیہ یا جنگ جمل و صفین کا پس منظر

اس عنوان کو پڑھ کر ایک بار قاری کا ذہن اس طرف منتقل ہو گا کہ صلح حدیبیہ کا جمل و صفین کے معرکوں سے کیا تعلق؟ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جسے آج تک کسی محقق یا مؤرخ نے چھوا تک نہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ میری نظروں میں یہ بھی شیعیت کی دسیسہ کاریوں کی ایک کڑی ہے۔

سیدنا عثمانؓ ۳ھ میں غزوۂ اُحد میں شامل تھے۔ غزوات الرقاع اور غطفان میں نبی علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا ۴ھ میں غزوہ بنو نضیر اور ۵ھ میں غزوہ خندق میں آپ شامل تھے ذی قعدہ ۶ھ میں نبی علیہ السلام عمرہ کی نیت سے عازمِ مکہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر احرام باندھا حتی کہ مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر حدیبیہ کے مقام پر نزول اجلال فرمایا قریش مکہ کو جب آنحضرتؐ کی تشریف کا علم ہوا تو خانہ کعبہ کی زیارت سے مانع ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے اپنے جاں نثاروں کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا اور فیصلہ ہوا کہ قریش مکّہ کے پاس ایک سفارت بھیجی جائے۔ آخر چودہ سو صحابہؓ کرام میں سے یہ سعادت صرف سیدنا عثمانؓ کے حصے میں آئی اور آپ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہاں واقعات کے سیاق و سباق کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس انتخاب کی طرف دیکھیئے کہ سیدنا عثمانؓ کا مقام کس قدر بلند تھا۔ مورخین نے یہاں مختلف وجوہات بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی ذہنی ورزشوں سے کام لیا ہے مگر حقیقت کی طرف کسی نے ایک اشارہ تک نہ کیا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ بدباطن لوگوں کو ان واقعات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا جو بعد میں پیش آنے والے تھے اور جن سے مقامِ عثمانؓ واضح ہونے والا تھا یعنی سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کو صلح حدیبیہ سے ۲۸-۲۹ سال بعد گنبدِ خضراء اور مسجد نبوی کے سایہ میں تلاوت قرآن مجید کے دوران شہید ہونا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی کہ خونِ عثمانؓ کا قصاص نہ لیا جائے اس لئے عثمانؓ کو مکہ بھجوایا پھر اس بات کو شہرت ملی کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس خبر پر خونِ عثمانؓ کے قصاص کے لئے چودہ سو صحابہؓ سے بیعت لی گئی اور ان کے لئے اپنی رضامندی کی سعادت کا ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ اس نکث کے نتائج آپ آگے چل کر دیکھیں گے۔

ہجرت حبشہ کے بعد دوبارہ مدینۃ النبی میں نبی علیہ السلام کی نیابت کے بعد آپ کا یہ تیسرا اعزاز تھا۔ الغرض سیدنا عثمانؓ بحیثیت سفیر مکہ تشریف لے گئے مگر آپ کے واپس آنے میں دیر ہو گئی اور یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ آپ شہید کر دیئے گئے ہیں یہ سن کر نبی علیہ السلام ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور خونِ عثمانؓ پر بیعت لی کہ یا ہم خونِ عثمانؓ کا قصاص لیں گے یا خود بھی لڑ کر شہید ہو جائیں گے۔ خونِ عثمانؓ پر مٹنے والوں کی یہ بیعت ان کے لئے ابدی سعادتوں کا سرمایہ بن کر ظاہر ہوئی چنانچہ ارشاد ہوا "یقیناً اللہ تعالےٰ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اُسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے۔ اللہ غالب ہے حکمت والا"

ترجمہ سورہ فتح پ۲۶

اے عثمانؓ۔ تیری ذاتِ والا صفات کے قربان! تیری وجہ سے ان چودہ سو بیعت کنندگان ہی کو اطمینان کی دولت نصیب نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک تیری ذات تجھ سے محبت رکھنے والوں کے لئے موجبِ اطمینان رہے گی۔ ان چودہ سو نے ہی فتح و کامرانی کے نظارے نہیں دیکھے بلکہ تیرے نقشِ قدم پر چلنے والے قیامت تک یہ نظارے دیکھتے رہیں گے ان چودہ سو ہی کو غنیمتوں سے نہیں نوازا گیا بلکہ جب تک یہ آسمان و زمین قائم ہیں مسلمان تیری عظمتوں کے گیت گاتے رہیں گے اور غنیمتوں سے نوازے جاتے رہیں گے اور پھر جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ جس شخص کے لئے اتنی بڑی تقریب منعقد ہو رہی ہے تو اُسے اس سعادت سے کیوں محرومی ہو۔ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ ہے عثمانؓ کا ہاتھ ۔۔۔ تو اسی لمحہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کی بشارت سے سب کو سرفراز فرما کر سعادتِ دارین سے مشرف فرمایا۔ بدر کے بعد یہ دوسرا موقع ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی عدم موجودگی میں انہیں موجود اصحابؓ میں شمار فرمایا گیا یہ ذوالنورینؓ کی ہی ایک شان تھی۔

اب میں آپ کو جمل و صفین کے معرکوں کے پس منظر کے قریب لا چکا ہوں اور آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ خونِ عثمانؓ کے قصاص کے سلسلے میں جو صحابہ کرامؓ بیعتِ رضوان کے موقعہ پر موجود تھے اُن میں سے جمل و صفین کے معرکوں کے وقت تک جس قدر زندہ تھے ان پر اس بیعت کی وجہ سے خونِ عثمانؓ کے معاملہ میں قصاص کا مطالبہ ایک فرضِ عظیم تھا۔ ان لوگوں کو بیعتِ رضوان کا منظر یاد تھا اسی بیعتِ رضوان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان کی تلواریں خونِ عثمانؓ کے قصاص کے لئے ایسی بے نیام ہوئیں کہ جب تک ان سے جو کچھ ہوا انہوں نے کیا۔ خونِ عثمانؓ علم الٰہی میں کوئی معمولی اہمیت نہ رکھتا تھا کہ اسّی ہزار بلکہ ایک لاکھ سر گردنوں سے الگ ہونے کے باوجود اس وقت تک دنیا میں امن قائم نہ ہو سکا جب تک سیدنا امیر معاویہؓ نے قاتلینِ عثمانؓ کا ایک ایک فرد ڈھونڈ ڈھونڈ کر واصلِ جہنم نہ کیا۔ اگر بیعتِ رضوان میں شامل اصحاب جمل و صفین کے معرکوں میں شامل ہو کر ایفائے بیعت کا فریضہ ادا نہ کرتے تو فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ کی وعید کے تحت علمِ الٰہی میں وہ صرف مجرم ہی نہ تھے بلکہ بقول ابن عباس ان پر پتھروں کی بارش برسائی جاتی۔

سیّدنا ذوالنورینؓ کی خلافت پر اجماعِ اُمت

۲۶ ذی الحج ۲۳ھ خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظمؓ مشہور مجوسی گورنر ہرمزان کی سازش سے جو بظاہر مسلمان ہو کر مدینہ میں قیام پذیر تھا ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کے ہاتھوں عین نماز صبح کے وقت زخمی ہو کر یکم محرّم کو واصلِ بحق ہو گئے[1]۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنی شہادت سے پہلے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک چھ رکنی کونسل مقرر کر دی تھی جس کے ممبر یہ تھے :۔

سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ، سیدنا سعدؓ بن وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ سیدنا عثمانؓ کے انتخاب کے تفصیلی حالات کی یہاں ضرورت نہیں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ متفقہ فیصلہ سے آپ خلیفہ منتخب ہوئے۔

---

[1] :۔ آج ان مورخوں کی عقلوں پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے جو تاریخ کی اُمہات الکتب سے قطع نظر کرتے ہوئے فیروز کے متعلق یہ لکھ کر بزعم خویش اپنے مؤرخانہ فرائض سے گویا سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ فیروز نے سیدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا مالک مجھ سے زیادہ اُجرت لیتا ہے آپ نے اُس کے پیشے کے متعلق پوچھا تو اس نے نجاری اور نقاشی وغیرہ بتایا آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ جو پیشے تم نے بیان کئے ہیں ان کے مقابلہ میں جو اُجرت تم نے بیان کی ہے وہ زیادہ نہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا ایک چکی مجھے بھی بنا دو تو اس نے کہا کہ آپ کو ایسی چکی بنا کر دوں گا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی آپ نے اس کی یہ بات سنکر فرمایا کہ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے صرف اتنی سی بات کہ آپ نے اُسے فرمایا کہ تیرے پیشے کے مقابلہ میں یہ اُجرت جو تو نے بیان کی ہے زیادہ نہیں اور اس نے اتنی بات پر آپ کو قتل کی دھمکی دی یہ تو ایک ضمنی سی بات تھی اصل بات تو وہ تھی جس کا میں نے عرض مؤلف میں سرسری سا اشارہ کیا ہے اور اپنی دیگر تالیفات کے علاوہ اس موضوع پر صحیفہ اہلحدیث کراچی کے شمارہ یکم رمضان ۹۳ھ میں ایک مضمون لکھ چکا ہوں۔

ان عقل کے اندھوں کے لئے جو اغیار کی آنکھوں سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں اور انہی کی سی کہتے ہوئے اپنے دین کا حلیہ بگاڑنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں یہاں پھر وضاحت ضروری سمجھتا ہوں

(باقی اگلے صفحہ پر)

سیّدنا عثمانؓ کا پہلا خطبہ

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد یکم محرم ۲۴ھ کو بعد نماز ظہر آپ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپ غمگین دکھائی دے رہے تھے۔ منبر پر کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالےٰ کی ثناء کی پھر رسول اللہ[2] پر درود بھیجا اس کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

”لوگو تم ایک فنا ہو جانے والے گھر (دنیا) میں رہتے ہو۔ عمر کا تھوڑا حصّہ باقی رہ گیا ہے موت کے آنے سے پہلے پہلے جس قدر نیکیاں کر سکتے ہو کر لو۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ تم زندگی کی منزلوں میں سے اس مقام تک پہنچ چکے ہو کہ معلوم نہیں صبح ملکِ عدم کو پہنچ جاؤ یا شام کو خبردار رہو کہ یہ دُنیا ساز و سامان سے ملمع شدہ ہے لہٰذا اس دُنیا کے فریب میں نہ آنا۔ خدا تعالےٰ لوگوں کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے۔ اس کے حلم کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں

(حاشیہ صفحہ ۴۴ سے آگے) فیروز نہاوند کے معرکہ میں گرفتار ہو کر مدینہ پہنچا ہرمزان پہلے ہی مدینہ میں موجود تھا اور اس کی سابقہ حیثیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے سیدنا فاروق اعظمؓ نے اُسے کافی سہولتیں دے رکھی تھیں وہ مدینہ میں بیٹھا ہوا جوں جوں ایرانی فتوحات کی خبریں سنتا پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا اس کے دل میں مجوسی سلطنت کے سقوط کا بڑا رنج تھا نہاوند کے معرکہ سے مجوسی غلاموں کے پہنچنے پر اس نے ان سے رابطہ قائم کر کے ایک زیرزمین تخریبی سازش کی بنیاد رکھی اور اپنی حاضر دماغی کو بروئے کار لاتے ہوئے عیسائی غلاموں کو بھی جو یرموک وغیرہ کے معرکوں میں گرفتار ہو کر آئے تھے ساتھ ملانے کی کوششوں میں منہمک رہنے لگا۔ یہ واقعات تمام تاریخوں کی کتابوں میں موجود ہیں کہ ایک روز ہرمزان، فیروز اور جفینہ یا جون ایلیا سیدنا عمرؓ کا غلام (عیسائی) ایک مقام پر کھڑے کھسر پھسر کر رہے تھے اچانک وہاں سے سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن سیدنا ابو بکرؓ کا گذر ہوا اُنہیں دیکھ کر یہ تینوں کھسکنے لگے کہ فیروز کی بغل سے ایک خنجر زمین پر گر پڑا جو سیدنا عبدالرحمٰنؓ نے خود اُٹھا کر اُسے دیا اس سے تیسرے روز بعد اُسی خنجر سے فیروز نے سیدنا عمر فاروق اعظمؓ پر عین بحالتِ نماز حملہ کر کے اُنہیں شدید زخمی کر دیا اور بارہ تیرہ صحابیوں کو شہید کر کے خودکشی کر گیا۔ جب خنجر دیکھا گیا تو سیدنا عبدالرحمٰنؓ نے پہچان لیا۔ حضرت عبید اللہؓ بن عمر حقیقتِ حال سے واقف ہو کر صبر نہ کر سکے، شمشیر بکف ہرمزان کے ہاں پہنچے اور اُسے قتل کر دیا جفینہ بھاگ گیا (باقی اگلے صفحہ پر)

ان سے عبرت حاصل کرو۔ اور دیکھو کہ دنیائے مکّارہ کے وہ لاڈلے بیٹے کدھر گئے جنہوں نے بڑے بڑے محلات میں زندگیاں بسر کیں اور دنیاوی آسائشوں سے فائدے اُٹھاتے رہے اس دُنیا کو اسی مقام پر رکھو جہاں اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے اور آخرت کی بھلائی طلب کرو۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی بہترین مثال بیان فرمائی ہے :"

" اے نبی ان کے سامنے اس دُنیا کی مثال بیان کرو کہ یہ زندگی بالکل ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش ہوتی ہے تو اس سے قسم قسم کا سبزہ اُگ آتا ہے لیکن

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) سیدنا عبید اللہؓ کو گرفتار کر لیا گیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمانؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو سب سے پہلے یہی مقدمہ آپ کے پاس پیش ہوا آپ نے سیدنا عبید اللہؓ کو ہرمزان کے بیٹے قاذبان کے حوالے کر دیا قاذبان سچا مسلمان تھا اور اپنے باپ کی سازشوں سے خوب واقف تھا۔ فترکہ لله (طبری جلد ۵ ص۴۴ ۲) یعنی اس نے اللہ کے لئے عبید اللہؓ کو چھوڑ دیا۔ مگر سیدنا علیؓ سیدنا عبید اللہؓ کو قصاص میں قتل کرنے کے حق میں تھے۔

اہلسنت والجماعت کے برخود غلط قسم کے حاملین محراب و منبر شیعی دسیسہ کاریوں کی ہمنوائی عین اسلام کی خدمت سمجھ رہے ہیں ایک کہتا ہے حضرت عثمانؓ نے بیت المال سے فدیہ کی رقم دیکر عبید اللہ کو آزاد کیا تھا۔ دوسرا کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی مال سے فدیہ کی رقم ادا کی تھی حالانکہ طبری جیسے رافضی کے ان الفاظ فترکہ لله کی موجودگی میں اس ذہنی ورزش کی سرے سے ضرورت ہی نہیں تھی اب تھوڑی دیر کے لئے آگے پڑھنے سے پہلے اس مقام پر رُک جایئے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علیؓ نے سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلے عبید اللہ کی گرفتاری کا حکم دیا گویا دس سال پرانا قضیہ پھر تازہ کرنا چاہا مگر سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ جو فاروق اعظمؓ کی بیوہ اور عبید اللہ کی سوتیلی والدہ تھیں آڑے آئیں ایک طرف انہوں نے باپ کو سمجھایا اور دوسری طرف عبید اللہ کو کہا کہ بھاگ کر شام میں معاویہؓ کے پاس چلے جاؤ (عمر بن خطاب طنطاوی ص۹۳)

سیدنا علیؓ کا یہ طرزِ عمل ناقابلِ فہم ہے کہ ایک کافر یا ذمی کے قاتل کو تو دس سال کے بعد بھی گرفتار کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ مگر قاتلانِ عثمانؓ کو گرفتار کرنے کے بجائے اپنا مشیر اور رفیق بنا لیا۔ یا للعجب!

(باقی اگلے صفحہ پر)

انجام کار وہی خس و خاشاک ہو کر اسی مٹی میں مل جاتا ہے کہ ہوا اُسے اُڑائے پھرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر زبردست ہے۔ یہ مال اور اولاد تو دنیاوی عزت کے لئے ہے بقا صرف اعمال صالحہ کو ہے جن کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ہے"۔

اس خطبہ کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی یہ پہلی نماز تھی جس کی امامت آپ نے فرمائی۔ معلوم دُنیا کے نصف سے زیادہ حصہ کی شہنشاہی پر سرفراز ہونے کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے رغبتی کے ایسے کلمات جس آدمی کے زبان سے نکلیں اس کی قوتِ ایمانی خشیتِ ایزدی توجہ الی اللہ اور روحانی بلندی کا اندازہ لگانا انسانی عقل سے باہر ہے۔

(حاشیہ بر صفحۂ گذشتہ) بعض تاریخوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ تمام مجوسی غلاموں کے کیمپ کا انتظام سیدنا علیؓ کے سپرد تھا اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ باور کر لینے میں کوئی امر مانع نہیں کہ اس تمام سازش کا سیدنا علیؓ کو علم تھا۔ بقول طبری شہادت فاروق اعظمؓ سے تین دن پہلے کعب بن الاحبار نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی زندگی کے تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ جب فاروق اعظمؓ نے وضاحت چاہی تو کعب نے ٹال دیا اور صرف اس قدر کہا کہ تورایت کی ایک روایت کے مطابق کہہ رہا ہوں (طبری خلافت راشدہ ص۲۴۱-۲۴۲ ج ۲) علامہ طنطاوی کہتے ہیں کہ اگر کعب والی روایت صحیح ہے تو وہ بھی اس سازش میں شریک تھے (عمر بن خطاب طنطاوی ص۲۳۶) آج عبد اللہ بن سبا کو موجودہ شیعیت کا باوا آدم کہا جاتا ہے مگر وہ توان روایات کی موجودگی میں اس اصل خاکے میں جو سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں مجوس، یہود اور عیسائیت کے مشترکہ منصوبے سے تیار ہو چکا تھا صرف رنگ بھرنے والا تھا۔ حج کے موقع پر اس سے پہلے حذیفہ بھی اسی قسم کے الفاظ کہہ چکے تھے۔

شیعیت کے ڈانڈے کس طرح مجوسیت سے ملتے ہیں اس پر مزید غور کیا جا سکتا ہے فیروز مجوسی کی خودکشی کے دن کو تمام شیعہ "عید بابا شجاع" کے نام سے مناتے چلے آ رہے ہیں ملاحظہ ہو شیعان ہند مصنفہ ہولسٹر بحوالہ سلمن ریذیڈنٹ مولانا شرر کے مضامین قیصر التواریخ جلد ا ص۱۲۵ تاریخ اودھ جلد ۳ ص۳ اور مشہور شیعہ مورخ الفخری نے فیروز کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالےٰ عنہ لکھ کر گویا اس بات کا ٹھوس ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ شیعیت مجوسیت کا چربہ ہے۔ بلکہ مجوسیت زندیقیت، یہودیت، مزدکیت، مانویت اور باطنیت وغیرہ عقائد باطلہ کا ملغوبہ ہے۔ فاروق اعظمؓ اس فتنہ پرور گروہ کا پہلا شکار تھے اور سیدنا ذوالنورینؓ

(باقی اگلے صفحہ پر)

فتوحات

سنہ ۲۴-۲۵ میں سکندریہ کی بغاوت فرو کی۔ اور رومیوں کو مار بھگایا۔ آرمینا فتح ہوا۔ سنہ ۲۶ھ طرابلس، طیونس، الجزائر اور مراکش فتح کئے۔ بیت اللہ کو وسعت دی ۲۷ قبرص کا جزیرہ اور سپین کا کچھ حصہ فتح ہوئے ۲۸ھ میں فارس کا کچھ حصہ اور طبرستان ۲۹ھ مسجد نبوی کو وسعت دی۔

سنہ ۳۰ ۳۱ھ نیشاپور، سرخس، کرمان اور سجستان فتح کئے۔ یزدگرد اسی سال قتل ہوا۔ اسی یزدگرد کے گھر شہربانو نامی بیٹی پیدا کر کے فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں مدینہ پہنچا کر سیدنا حسینؓ کی زوجیت میں دینے کی فرضی داستان آج زبان زد خاص وعوام ہے ص۱

سنہ ۳۲ھ طبرستان، چینی اور روسی ترکستان کے شہروں کے علاوہ طالقان فاریاب جوزجان، طغرستان بلخ اور بخارا فتح ہوئے۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) دوسرا شکار اور پھر ان لوگوں نے ہی سیدنا علیؓ کے فرق انور پر خلافت کا تاج رکھا اور انہیں جمل وصفین کے معرکوں میں گھسیٹے پھرے آخر ان میں سے ایک نے آپ کو بھی شہید کر دیا اور ان لوگوں نے ہی سیدنا حسنؓ کو مذل المومنین کے لفظوں سے مخاطب کیا اور آخر سیدنا حسینؓ کو کوفہ بلا کر شہید کر کے توابین بن گئے اور آج تک اپنے کئے پر پیٹ رہے ہیں۔

ص۱: تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ جب محرم ۱۴ھ میں قادسیہ کا معرکہ ہوا تو یزدگرد کی عمر ۱۶ سال تھی ۲۳ھ میں فاروق اعظمؓ کی شہادت کے وقت یزدگرد ۲۵ سال کا تھا جلولا کے معرکہ میں جو ۱۶ ہجری میں لڑا گیا اس وقت یزدگرد کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اسی معرکہ میں ایران کے لوگوں کو غلام بنا کر مدینہ لایا گیا۔ گویا ۱۸ سال کے لونڈے کے گھر شہربانو نام کی نوجوان لڑکی موجود تھی اور ۱۶ ہجری میں سیدنا حسینؓ کی عمر ۸-۹ سال کے درمیان تھی کیسی عجیب مخبوط الحواس نے یہ بے سروپا داستان تراشی ہے اُسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ میں ۸-۹ سالہ لڑکے کے لئے کیا خرافاتی گفتگو وضع کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی تالیف عترت رسول کے صفحہ ۱۱۷ تا ۱۳۰ شہربانو کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے البتہ مجھے وہاں سیدنا حسین کے سن پیدائش کے متعلق عجیب تسامح ہوا ہے آپ کی پیدائش ۹ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوئی تسامح سے عترت رسولؐ ص۱۲۷ پر ۵ ہجری تاریخ پیدائش لکھی گئی ہے حضرات حسنینؓ کے سنین پیدائش کی تحقیق کے لئے میری تالیف "حسنؓ بن علیؓ" دیکھئے۔

فتنہ کی ابتداء

سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال حضرات شیخینؓ کی خلافت کے زمانہ سے بھی زیادہ پُر امن تھے مگر بعد کے زمانہ میں ان بدباطن تخریبی عناصر نے جو بے پر کی اُڑانی شروع کیں اور آج تک جن بے سروپا روایات سے تاریخ کے صفحات سیاہ کئے جا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تاریخی بددیانتی کی مثال ملنا محال ہے اُسی زیر زمین تخریبی تحریک کے داعیوں نے مختلف مقامات پر کہیں یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ بعض بدعات کو رواج دے رہے ہیں بعض مقامات پر اس قسم کی افواہوں سے عوام کو گمراہ کرنا شروع کیا گیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو عوام پر ترجیح دے رہے ہیں آہستہ آہستہ ان افواہوں نے زور پکڑنا شروع کر دیا حالانکہ یہ سب محض کذب وافتراء اور آپ کی ذات پر سراسر بہتان تھا۔ نذرانہ عقیدت میں یہ روایت بیان کی جا چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے جیش عسرت کے موقع پر فرمایا تھا کہ آج کے بعد عثمانؓ کو اس کا کوئی فعل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آج اگر بعض کوڑھ طبع اس کا یہ مطلب اخذ کریں کہ خدانخواستہ اگر عثمانؓ کہیں اسلام سے بھی برگشتہ ہو جائیں تو ان کا ارتداد بھی ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ اس کا اصل مفہوم یہ تھا کہ عثمانؓ کی فطرت میں نیکیاں اور پاکیزگیاں اس طرح جاری وساری ہو چکی ہیں کہ اب اس بات کا امکان ہی نہیں کہ ان سے کسی برائی کا صدور ہو سکے چنانچہ اس زمانہ کے ایک عربی شاعر کے ایک طویل قصیدہ سے چند اشعار قارئین کی نظر ہیں۔

لاتأ کلوا ابدا جیرانکم سرفا اھل الاعارۃ فی ملک ابن عفان	اے نا سقو! عثمانؓ کے زمانہ میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ۔ اپنی عادتوں کے مطابق حضرت عثمانؓ کی حکومت میں
عثمان ابن عفان الذی جربتم قتل اللصوص بحکم الفرقان	ابن عفان وہ ہے جس کا تجربہ تم کر چکے ہو وہ لیٹروں کو قرآن کے حکم کے مطابق قتل کرتا ہے۔
ما زال لعمل بالکتاب مھیمنا فی کل عنق منھم دبنان	ہمیشہ سے قرآن کے حکم کی حفاظت کرنیوالا ہے اور لوگوں کے اعضا جوارح پر اس کے احکام جاری کرنیوالا ہے

عرب کے یہود

نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع یہ لوگ مختلف مواقع پر اسلام دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیئے گئے۔ حالانکہ نبی علیہ السلام ان سے ایک عہد نامہ لکھوا چکے تھے کہ ہم اچھے ہمسائیوں کی طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر بنو قینقاع کے چند افراد نے ایک مسلمان عورت پر دست درازی کی جب ان سے پوچھا گیا تو تمام قبیلہ آمادۂ فساد ہو گیا۔ لہذا تمام قبیلہ کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

سکھ میں نبی علیہ السلام ایک دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے کہ بنو نضیر کے چند بدمعاشوں نے اپنے سرداروں کے ایماء پر آپ پر پتھر گرا کر آپ کو خاک بد ہنم ہلاک کرنے کی سازش کی مگر آپ کو معلوم ہو گیا۔ انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا۔ غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قینقاع اور بنو نضیر نے قریش مکہ کی بھرپور مدد کی۔ اور بنو قریظہ نے جو مدینہ میں موجود تھے۔ وعدہ خلافی کر کے عین محاصرہ کے ایام میں حملہ آوروں سے بھرپور تعاون کیا۔ اس جرم میں اس قبیلہ کے تمام مرد قتل کر دیئے گئے مشہور یہودی رئیس کعب بن اشرف کو چند مجاہد پہلے ہی قتل کر چکے تھے۔

مجوس و یہود کا گٹھ جوڑ

مجوس و یہود کے روابط کی طرف کعب بن الاحبار کے واقعہ میں پہلے ہی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ جفینہ عیسائی کا فاروق اعظمؓ کی شہادت کی سازش میں شریک ہونا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہودیت، مجوسیت اور عیسائیت کے پیرو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے تھے ہرمزان کے قتل کے بعد ان میں کوئی مرکزی شخصیت نہ رہی۔

ان تخریبی عناصر کا کھوج لگانے کے لئے ہمارے پاس اس زمانے کے واقعاتی تسلسل کے طور پر کوئی واضح ثبوت موجود نہیں مگر تاریخ و روایات میں بکھرے واقعات کو جمع کر کے دیکھیں تو ایک منظم سازش کا ہیولیٰ ابھر کر سامنے آ جاتا ہے اور میں ان سطور کے ذریعہ آپ کو اسی مقام کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو آج تک تاریخی پردوں میں مستور رہے

اس دور کی سیاسی تاریخ کی دلدل سے صحیح و سلامت پار نکلنے کے لئے مختلف اور متضاد روایات کے پس منظر سے حقائق کو چھانٹ کر پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر مجوس و یہود کے تیار کردہ ہیولے کی روشنی میں بڑے بڑے جغادری قسم کے مورخ بھٹک کر رہ گئے اور اپنی کم علمی، کم عقلی اور عدم بصیرت کو مشاجرات صحابہؓ کے ذیل میں کھینچ کر اصل حقائق کا کھوج لگانے سے ہی دست بردار ہو گئے انہیں صرف یہی پہلو سجھائی دیا کہ نبی علیہ السلام جس جماعت کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے سب کے سب ایسے اعلیٰ درجہ کے بلند کردار لوگ تھے کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی انہوں نے سیاست کی خطرناک الجھن میں پڑ کر بھی تقویٰ اور دیانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مگر اس بات کو یہ مورخ قطعاً بھول گئے کہ مدینہ میں صرف صحابہ کرامؓ ہی نہ تھے کہ ہم مشاجرات صحابہؓ سے دامن بچاتے بچاتے ان منافقین کی کارروائیوں کو بھی نظر انداز کر دیں۔ جو عبداللہ بن سبا کی روحانی ذریت کی صورت میں پیدا ہوتے چلے جا رہے تھے۔ یا ان نو مسلم مجوسیوں اور مجوسی غلاموں کو نظر انداز کر دیں جن کی ایک کثیر تعداد مدینہ میں موجود تھی اور ان نو مسلم عیسائیوں یا عیسائی غلاموں اور نو مسلم یہودیوں کو بھی پیش نظر نہ رکھیں جو ایک کثیر تعداد میں مدینہ بلکہ تمام عالم اسلام میں موجود تھے

آپ نے گذشتہ سطور میں دیکھ لیا ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے خلاف جو تحریک پروان چڑھ رہی تھی اس سے اکثر صحابہؓ واقف تھے۔ اور انہوں نے اکثر اشاروں اور کنایوں میں آپ کو آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مگر وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظمؓ کو کھل کر واضح طور پر کسی نے آگاہ نہیں کیا۔ یہ امر یقیناً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سازش کے پیچھے کوئی اہم طاقت کارفرما تھی جس سے ڈر کر وہ لوگ اصل حالات سامنے نہ لا سکتے تھے۔ اور آج تک سازش کے وہ پوشیدہ اسباب منصۂ شہود پر نہ لائے جا سکے۔

انتہائی افسوسناک اسباب

یہ کتنا افسوسناک المیہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کیا جاتا ہے پھر وہی گروہ سیدنا عثمانؓ کو شہید کرتا ہے اور بعد میں سیدنا علیؓ کو گھیر گھار کر خلافت کا بار اٹھانے پر مجبور کرتا ہے اور

پھر انہیں دارالحکومت تبدیل کرنے پر مجبور کر کے کوفہ لے جاتا ہے اور آخر میں انہیں بھی شہید کر دیتا ہے۔ آگے بڑھتا ہے اور سیدنا حسنؓ کو برا بھلا کہتا ہے اور پھر زخمی کر دیتا ہے اس کی طاقت بڑھتی چلی جاتی ہے اب وہ گروہ کھل کر سامنے آتا ہے اور اپنے روحانی آباؤ جد کے عقائد کے ملغوبہ سے نئے عقائد کا خاکہ تیار کرتا ہے ساتھ ساتھ سیدنا حسینؓ کو کوفہ پہنچنے کی دعوت دیتا ہے مگر جب انہیں حقیقتِ حال کا علم ہوتا ہے اور وہ عازمِ دمشق ہوتے ہیں تو انہیں شہید کر دیتا ہے اور بعد میں توابین کا جامہ پہن کر گریہ و ماتم میں مبتلا نظر آتا ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہر دور میں اس گروہ نے اسلام کے خلاف بھرپور انداز میں اپنی طاقتوں سے کام لیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں میں نہایت چابکدستی سے مشرکانہ افعال و اعمال کو داخل کیا۔ مگر سادہ لوح مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ آج تک وہ اسلام کے ان ازلی و ابدی دشمنوں کو نہ پہچان سکے۔ بلکہ ان کو اپنی جماعت میں شامل کئے ہوئے ہیں اور ان سے سلسلۂ مناکحت و مصاہرت بھی جاری رکھے ہوئے ہیں حد یہ ہے کہ سنی کہلانے کے باوجود پچاس ساٹھ فیصد عقائد بھی انہی دشمنانِ اسلام کے اختیار کئے ہوئے ہیں اور چشتی و قادری و سہروردی تو سو فیصد انہی دشمنانِ اسلام کے ہم عقیدہ ہیں بالفاظ دیگر تفضیلی شیعہ ہیں۔

عبداللہ بن سبا[۱] صنعا یمن کا رہنے والا ایک نہایت ذہین مگر عیار، مکار، چالاک اور فتنہ گر یہودی تھا۔ توریت، انجیل اور قرآن کا عالم تھا۔ نہایت لسان حاضر جواب اور حاضر دماغ تھا۔ یہودی جب جزیرہ نما عرب سے خارج البلد کر دیئے گئے تو وہ بظاہر مسلمان ہو گیا (رجال کشی ص۲) اور گمنامی کی زندگی میں حالات کا مطالعہ کرنے لگا۔

۱؎ عبداللہ بن سبا کو کوئی علی حسنین شیفتہ اپنی تالیف نصابی تاریخ اسلام پر تحقیقی تبصرے میں ایک فرضی شخصیت قرار دیتا ہے اس شخص کا ایسا کہنا تین حال سے خالی نہیں یا تو مذکور مذہب شیعہ سے تعلق نہیں رکھتا ہے اور کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہے اور یا وہ اس قدر اپنے مذہب سے بیگانہ ہے کہ اور ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہا ہے جس کا ذکر اس کے مذہب کی تمام کتب میں موجود ہے یا وہ جان بوجھ کر اپنے پیر طریقت کے وجود کا انکار (باقی اگلے صفحہ پر)

عبداللہ بن سبا کے متعلق علی ماژندانی لکھتا ہے کہ وہ خود نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰؓ کی الوہیت کا معتقد تھا۔ وہ شروع شروع میں یہ خیال کر کے گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے لگا کہ ایران کی مجوسی حکومت یا روم کی عیسائی حکومت مسلمانوں کو ختم کر دیں گی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ معلوم دنیا کی یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہے چلی جا رہی ہیں تو اس نے اپنے منصوبے کی ابتدا کی۔ یعنی پہلے اپنے ہم قوم ان یہودیوں سے رابطہ قائم کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی مدد سے ایسے مجوسیوں کو گانٹھنا شروع کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے یا بحالتِ غلامی زندگی گذار رہے تھے جب اس کے پاس ایک جمعیت فراہم ہو گئی تو اس نے تمام ممالکِ اسلامیہ میں جہاں جہاں موزوں سمجھا اپنے کارندے بھیجنے شروع کئے اور بعد میں خود بھی نکل کھڑا ہوا اور کہنا شروع کیا کہ علیؓ معبود برحق ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کر کے عامۃ المسلمین کے سامنے اپنے مذہب کی بداعمالیوں کی پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے۔ میں علی حسنین اور اس جیسے دیگر شیعہ مصنفین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر تم لوگ کب تک اپنی دورخی پالیسیوں پر زندہ رہو گے۔ یہی علی حسنین اپنے اس کتابچہ میں یہ لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہوئے لکھتا ہے میں نے اپنی تالیف کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی تالیفات سے مرتب کیا ہے اور اس کے بعد جن کتب کے حوالے دیتا ہے وہ سب کی سب شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں مروج المذہب کا مولف مسعودی، نہج البلاغۃ کا مرتب شریف رضی شارح ابن ابی الحدید، مقتل حسین کا مولف ابی مخنف اور خوارزمی، نور الابصار کا مولف مومن، تاریخ التشریع کا مولف محمد خضری، مثیر الاحزان کا مولف ابن نما، وقائع الایام کا مولف علی آقا تبریزی، کتاب الکنی کا مولف عباس قمی، فضائل الخمسہ کا مولف سید مرتضیٰ، روضۃ الصفا کا مولف محمد خاوند شاہ ہروی سب کے سب شیعہ تھے۔ کتاب المحاسن، ذخیرہ الدارین، روضۃ الاحباب، حبیب السیر، معارج النبوۃ سب شیعی تالیفات ہیں۔ ابوالفداء، اعثم کوفی اور یعقوبی بھی شیعہ تھے۔ سر الشہادتین کسی شیعہ نے لکھ کر شاہ عبدالعزیز کے نام سے منسوب کی ہے۔ یہ لوگ اسی طرح جاہل سنیوں کو دھوکے دیتے چلے آ رہے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب التلبیس۔

تمہاری تمام کتب میں عبداللہ بن سبا دندناتا نظر آ رہا ہے مگر اب تم اسے ایک فرضی شخص قرار دے رہے ہو اپنے پانچویں امام جعفر (صادق) کا ایک ارشاد سن لیجئے (باقی اگلے صفحہ پر)

آگے بڑھنے سے پہلے اسی مقام پر اس کی مذہبی حالت اور اس کے عقائد و نظریات کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے سیدنا علیؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپ کو اس کے متعلق معلوم ہوا تو بلوا بھیجا۔ اور اس کے جو عقائد سطور بالا میں بیان ہو چکے ہیں ان کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا ہاں آپ واقعی معبود برحق ہیں۔ پس سیدنا علیؓ نے کہا افسوس تیری ماں تیرے ماتم میں روئے شیطان تجھ سے تمسخر کر رہا ہے اس عقیدے سے باز آجا اور توبہ کر۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ تو آپ نے اُسے قید کر دیا تین روز متواتر اُسے توبہ کی ہدایت کی جب وہ اپنے عقائد سے باز نہ آیا تو اُسے آگ میں جلا دیا۔ (مناقب آل ابی طالب مطبوعہ بمبئی جلد ثانی صہ سطر ۱۲)

۔ تھوڑے لفظی تغیر کے ساتھ یہی واقعہ علی حسین زنگی پوری نے لکھا ہے۔ عبداللہ بن سبا نے

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) ابان بن عثمان کہتے ہیں میں نے سنا ابو عبداللہ (جعفر صادق) سے فرماتے ہیں اللہ کی لعنت ہو ابن سبا پر اس نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے پروردگار ہونے کا دعویٰ کیا۔ اللہ کی قسم امیر المومنین تو اللہ کے فرمانبردار بندے تھے (مگر آج تم لوگ انہیں مشکل کشا کہہ کر ارشاد امام کے منکر کیوں ہو رہے ہو (مؤلف) اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جس نے ہم پر جھوٹ باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ ہم آئمہ اہل بیت ایسے کذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتے جو ہمارے ذمہ جھوٹ لگاتا رہتا ہے اور ہم پر افترا کر کے ہماری سچی باتوں کو بھی لوگوں کے ہاں ساقط الاعتبار بنا دیتا ہے۔ علامہ کشی فرماتے ہیں اہل علم کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اسلام لا کر حضرت علیؓ سے محبت کرنے لگا وہ اپنے زمانہ یہودیت میں بھی حضرت یوشعؑ بن نون کے بارے میں وصی موسیٰؑ ہونے کا غلو کی وجہ سے عقیدہ رکھتا تھا۔ اس نے اسلام لا کر رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے وصی ہونے کا ایسا ہی عقیدہ بیان کیا یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے امامت علیؓ کے فرض ہونے کا قول مشہور کیا اور آپ کے (بزعم خود) دشمنوں سے برأت کی اور مخالفین (صحابہ کرامؓ) کی ہتک کر کے انہیں کافر کہا (رجال کشی صہ)

عبداللہ بن سبا کے لئے الاخبار الطوال طبری ابن اثیر، ابن خلدون، ابن کثیر دیکھئے۔ مستشرقین میں سے رائن ہارٹ کا عبرت نامہ اندلس دیکھئے۔ نیز دیکھئے مشہور شیعہ المامقانی کی تالیف تنقیح المقال جلد ۲ صہ ۱۸۴)

جہاں شیعہ کی طرف رجوع کر کے امیر المومنینؓ کے متعلق انہیں الوہیت کا سبق دیا۔ اور آپ نے مع اس کے متبعین اُسے آگ میں جلا دیا (لسان الصادقین فی شرح الاربعین صہ ۲۴ مطبوعہ اثنا عشری سید عابد علی)

افولہ :۔ جہاں تک عبداللہ بن سبا کے ارتداد اور کفریات کا تعلق ہے وہ تو صحیح ہے مگر سیدنا علیؓ کا اُسے آگ میں جلانا محض ایجاد بندہ ہے۔ تاریخ کی اُمہات الکتب اس سے خاموش ہیں اور پھر سیدنا علیؓ کی ذات پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ نے اُسے زندہ آگ میں جلا دیا۔ حالانکہ شریعت میں جو بات قطعاً حرام ہے اُسے سیدنا علیؓ کی ذات کی طرف منسوب کرنا ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اُسے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر کہاں جلا وطن کیا۔ اس کا انجام کیا ہوا۔ اس کا جواب ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں۔

اصل واقعات یہ ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد بھی عبداللہ بن سبا سرگرم تخریب رہا۔ اور سیدنا علیؓ کی شہادت تک ان کے لشکر میں رہا۔ جنگ جمل سے پہلے سیدنا علیؓ اور صدیقہ کائناتؓ کے درمیان صلح کے مدارج تقریباً تقریباً طے ہو چکے تھے ابن سبا اور اس کے متبعین کو اس صلح میں اپنی موت نظر آتی تھی اُس نے معہ اپنے متبعین کے اچانک صدیقہ کائناتؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ صدیقہ کائناتؓ کے لشکر نے سمجھا علیؓ نے وعدہ خلافی کر کے ہمارے لشکر پر حملہ کر دیا ہے انہوں نے اس غلط فہمی میں سیدنا علیؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ سیدنا علیؓ اور اُن کے لشکر نے سمجھا کہ صدیقہ کائناتؓ کے لشکر نے وعدہ خلافی کی ہے پس لڑائی شروع ہو گئی۔ جنگ صفین کے موقع پر بھی جب سیدنا علیؓ نے سیدنا معاویہؓ کی پکار پر لڑائی روک دینے کا حکم دیا تو مالک بن اشتر نے آپ کے حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔ مالک بن اشتر ابن سبا کا خاص مشیر تھا۔ سیدنا علیؓ اس تخریبی گروہ کی سازشوں سے خوب واقف تھے۔ ایک بار آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تم میں جو قاتلین عثمانؓ ہیں میرے لشکر سے الگ ہو جائیں تو بیس ہزار آدمیوں نے ہاتھ بلند کر دیئے کہ ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں گویا سیدنا علیؓ کے لشکر میں اب بیس ہزار عبداللہ بن سبا تھے۔

اور آخر واقعہ تحکیم کے بعد یہی سبائی جو شیعان علیؓ کے نام سے مشہور ہو چکے تھے ان میں سے کچھ آپ سے الگ ہو کر خوارج کے نام سے موسوم ہوئے اور وہ آفتاب رشد و ہدایت وہ منبع جود و کرم وہ معدنِ فیوض و برکات انہیں لوگوں میں سے ایک کے ہاتھوں واصلِ بحق ہوا (جلاء العیون ص۲۵۹ وغیرہ)

عبداللہ بن سبا اپنے کام کی ابتدا کرتا ہے

جس وقت ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا کی اس وقت مدینۃ النبیؐ کے علاوہ چار اور مرکزی مقام تھے کوفہ جہاں کا گورنر ولید بن عقبہ تھا۔ کوفہ سے مشرق کی طرف کے تمام ذیلی صوبجات اس کے ماتحت تھے۔ بصرہ جہاں کا گورنر عبداللہ بن عامر تھا۔ دمشق میں امیر معاویہؓ کی گورنری تھی۔ مصر میں عبداللہ بن سرح گورنر تھے۔

ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا بصرہ سے کی۔ وہ بصرہ پہنچ کر حکیم بن جبلہ نامی ایک نظر بند ڈاکو کے ہاں مقیم ہوا اس کی مدد سے ایک مجلس بنائی اور وعظ و پند کے پردے میں تخریب کا سلسلہ شروع کیا۔ جب عبداللہ بن عامر کو اس کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو انہوں نے بلا کر دریافت کیا۔ ابن سبا نے جواب دیا کہ نو مسلم ہوں اور آپ کے زیر سایہ رہنا چاہتا ہوں۔ مگر ابن عامر کو اس کے اشاروں کنایوں کے پس منظر کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے اُسے بصرہ سے نکال دیا۔ مگر بصرہ میں وہ اپنے ہم خیال لوگوں کی اچھی خاصی تعداد پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ کاش کہ ابن عامر اُسے جلا وطن کرنے کی بجائے قید کر دیتے یا قتل کر دیتے۔

بصرہ سے نکل کر کوفہ پہنچا۔ وہاں بھی اُس نے ایسی ہی کاروائیاں شروع کیں وہاں سے ولیدؓ نے نکال دیا۔ مگر کوفہ سے نکلنے سے پہلے اُس نے لوگوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں اپنے ڈھب پر لگا لیا تھا جنہوں نے علی بن الیمان کے گھر ڈاکہ ڈالا تھا اور اُسے قتل کر دیا تھا۔ اور ولیدؓ نے ان سب لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ ان مقتولوں کے ورثا سب کے سب ابن سبا کی پارٹی میں شامل ہو گئے۔

کوفہ سے نکالے جانے کے بعد شام میں پہنچا مگر شام میں امیر معاویہؓ کی سیاست پر بڑی مضبوط گرفت تھی وہاں اُسے کوئی ہمنوا نہ ملا سالتبہ بس اتنا ابوذر غفاریؓ کے دل میں

چند شکوک پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابوذر غفاریؓ کے بعد وہ حضرت ابو درداؓ کے پاس پہنچا اور وہی بات دہرائی جو حضرت ابوذر غفاریؓ کے سامنے بیان کی تھی کہ تمام مال اللہ کا ہے۔ بات دل کو لگنے والی تھی اور تھی بھی صحیح مگر وہ اس بات سے یہ کام لینا چاہتا تھا کہ امیر معاویہؓ نے بیت المال میں مال جمع کر رکھا ہے اور اس کا شرعی طور پر کوئی جواز نہیں۔ حضرت ابو درداؓ حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرح سادہ لوح نہیں تھے بلکہ نہایت تیز رس ذہن کے مالک تھے انہوں نے سنتے ہی پکڑ لیا اور کہا تو کون ہے؟ جو ایسی فتنہ انگیز باتیں کرتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے وہاں سے بھاگ نکلا مگر حضرت عبادہؓ بن صامت پکڑ کر اُسے امیر معاویہؓ کے پاس لے گئے۔ اور کہا اسی شخص نے حضرت ابوذرؓ کو آپ سے اُلجھایا ہے امیر معاویہؓ سے ساری زندگی میں اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی تو صرف یہ تھی کہ آپ نے اُسے دمشق سے نکل جانے کا حکم دیا اگر آپ اُسے گرفتار کر لیتے یا قتل کرا دیتے تو اس فتنہ کا خاتمہ ہو جاتا۔ دمشق سے نکل کر وہ سیدھا مصر پہنچا مگر کوفہ اور بصرہ میں اپنے ہم خیال لوگوں کی اچھی خاصی تعداد چھوڑ گیا۔ اور دمشق میں بھی اس کی باتوں پر لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔

مصر میں اسے یہ سہولت حاصل ہو گئی کہ مصر مدینہ سے بہت دُور تھا۔ یہاں صحابہؓ کرام کی تعداد بہت کم تھی۔ یہاں بیٹھ کر اس نے کوفہ اور بصرہ میں اپنے حواریوں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی پارٹی میں مجوس اور یہود کے علاوہ تمام سزا یافتہ قسم کے لوگ یا ان کے رشتہ دار شامل ہونے شروع ہو گئے گورنر کوفہ ولیدؓ کو ڈاکوؤں کے رشتہ داروں نے تبدیل کرا رکھا تھا۔ اب سعد بن العاصؓ کوفہ کے گورنر تھے بصرہ میں ابن سبا کا ایجنٹ حکیم بن جبلہ ابن سبا کا کام میں مصروف رہا مصر میں اُس نے اپنے فتنہ کو سیاست سے ہٹ کر مذہبی شکل دی اور رجعت کے عقیدے کے پرچار سے ابتدا کی۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ جو فتح مکہ کے متعلق

پیشگوئی تھی رجعت کے معنوں میں بیان کرنے لگا وہ بڑے دردمندانہ لہجہ میں کہتا کہ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے رسول کریمؐ کے وصی علیؓ ہیں چونکہ نبی اکرمؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں۔

بڑھنے لگیں تو سیدنا عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ فیصلہ ہوا کہ مختلف شہروں میں چند چیدہ اصحاب کو دریافتِ حال کے لئے بھیجا جائے چنانچہ اسامہؓ بن زیدؓ کو بصرہ۔ محمدؓ بن مسلمہ کو کوفہ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ کو شام اور عمارؓ بن یاسرؓ کو مصر کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیئے کہ جن اصحاب کو دریافت حالات کے لئے مختلف صوبجات کی طرف بھیجا گیا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی سیدنا عثمانؓ کے خصوصی یا ذاتی قسم کے تعلقات نہ تھے چونکہ حضرت عثمانؓ ظاہر و باطن میں نہایت پاک طینت، پاک فطرت، نیک نیت اور نیک سرشت تھے اس لئے وہ دیانتداری سے صحیح حالات دریافت کرنا چاہتے تھے۔

آج جدید باطن قسم کے لوگ ان کی ستودہ صفات گرامی ذات پر بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو خصوصی رعائتیں دیں وہ ذرا اس بات کو پیشِ نظر رکھیں کہ اسامہؓ بن زیدؓ جنھیں بصرہ بھیجا گیا وہ اول المؤمنین زید کے بیٹے تھے اور اس لشکر کے سالار تھے جسے نبی علیہ السلام نے اپنی مرض موت کے دوران ہزارہا اجل صحابہ کرامؓ کے موجود ہوتے ہوئے اس منصب پر فائز کر کے مدینہ سے رخصت کیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ جن کو شام کی طرف بھیجا گیا ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ سابق بالعہد مسلمانوں میں سے تھے زہد و تقویٰ میں اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ اجل صحابہؓ ان کا خصوصی طور پر احترام کرتے تھے۔ حق گوئی میں بے نیام تلوار تھے۔ محمدؓ بن مسلمہ جو کوفہ بھیجے گئے۔ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں محکمہ احتساب کے سربراہ تھے اور تمام انتظامی اُمورات کے نگران تھے۔ عمارؓ بن یاسرؓ جو مصر بھیجے گئے ان کی ذات بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں اوّل الذکر ہر سہ اصحابؓ تحقیق و تفتیش اور دریافت حالات کے بعد واپس آگئے مگر عمارؓ بن یاسرؓ کو مفسدہ پردازوں نے مصر سے واپس ہوتے ہی راستہ میں اس خطرہ سے شہید کر دیا کہ ان کے واپس مدینۃ النبیؐ میں پہنچنے پر ہماری خیر نہیں[1]۔

لہ :- عمارؓ اور آپ کے والد یاسرؓ اور آپ کی والدہ سمیہؓ نے بحالت غلامی اس وقت [illegible]

اس لئے علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں[1]۔

ابن سبا کو مصر میں دو کار آمد آدمی مل گئے محمد بن ابوبکرؓ جو سیدنا علیؓ کا ربیب تھا اس کی عمر تین سال کے قریب تھی کہ سیدنا علیؓ نے اس کی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اس کی تمام تربیت سیدنا علیؓ کے گھر میں ہوئی۔

محمد بن حذیفہؓ، یہ اسی حذیفہ کا بیٹا ہے جنھوں نے عرفات کے میدان میں سیدنا فاروق اعظمؓ کو کہا تھا کہ آپ اسی ماہ میں شہید ہو جائیں گے یہ اُمور نہایت غور طلب ہیں اور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سازش کا سلسلہ کہاں تک جا پہنچتا ہے۔

دینی فتنہ کے ساتھ ساتھ ابن سبا نے مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے اپنے ایجنٹوں کو ہدایات بھیجیں کہ اپنے اپنے مقامات پر سیدنا عثمانؓ کے عاملین کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دو۔ سمجھدار لوگ جانتے تھے کہ یہ سب فتنہ ہے اور اپنے مشاہدہ کی بنا پر ان شکایات کو جھوٹ اور افترا سمجھتے تھے۔ مگر سبائیوں کا پروپیگنڈہ عوام کے ذہنوں میں اثر انداز ہوتا جا رہا تھا اب اس کی پارٹی کے لوگوں نے اس کی ہدایت کے مطابق مخالفانہ پروپیگنڈہ کو ایک نئی شکل دی۔ یعنی بصرہ کے سبائیوں نے کوفیوں اور مصریوں کی طرف اس قسم کے خطوط لکھوانے شروع کئے کہ بصرہ کے عوام پر بڑے بڑے مظالم ہو رہے ہیں کوفہ کے سبائیوں نے مصر اور بصرہ کے لوگوں کو لکھنا شروع کیا اور مصر کے سبائیوں نے بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کو ایسی اطلاعات بہم پہنچانی شروع کیں۔ اس سبائی فتنہ نے ملک میں ایک عام شورش کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ ہر شخص اپنے مقام پر بے اطمینانی کی سی کیفیت محسوس کرنے لگا۔

سیّدنا عثمانؓ ذوالنورین دریافتِ حال کیلئے اقدام کرتے ہیں

جب شورشیں حد سے

لہ : یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن سبا نے ہزاروں صحابہ کرامؓ میں سے صرف سیدنا علیؓ ہی کو اپنی تخریبکارانہ سرگرمیوں کے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کے لئے کیوں منتخب کیا حالانکہ شجاعت، حلم، علم، سخاوت، ایثار اور جود و سخا کی صفات میں بعض صحابہ سیدنا علیؓ سے بھی بلند مقام رکھتے تھے۔

سوائے مصر کے تمام مقامات سے تسلی بخش اطلاعیں آئیں۔ چونکہ تخریب پسند گروہ زیر زمین اپنی تخریب پسندانہ سرگرمیوں سے کام لے رہا تھا اس لئے بظاہر کوئی فتنہ نظر نہ آیا اس کے باوجود سیدنا عثمانؓ نے اپنے تمام عاملین کے نام اور عام لوگوں کے نام بدیں مضمون ایک سرکلر جاری کیا۔

کھلی چٹھی (سرکلر)

میں جب سے خلیفہ ہوا ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل ہے اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلمانوں سے زیادہ کوئی حق نہیں۔ مگر مجھے مدینہ کے رہنے والے بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ حکام لوگوں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس خط کے ذریعہ عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو خفیہ طور پر گالی دی گئی ہو یا پیٹا گیا ہو وہ حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں مجھے ملے اور جو کچھ اس پر ظلم ہوا ہو خواہ میرے ہاتھوں یا میرے عاملوں کے ذریعے سے، اس کا بدلہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) جب قریش مکہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا سیدہ سمیہؓ کفار کے تشدد کی تاب نہ لاکر شہید ہو گئیں۔ وقت گذرتا رہا۔ سیدنا عمارؓ مدینہ پہنچ گئے مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی باقی صحابہ کرامؓ ایک ایک اینٹ لا رہے تھے مگر سیدنا عمارؓ دو دو اینٹیں لا رہے تھے نبی علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر فرمایا تقتلک الفئۃ الباغیۃ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ آپ کی طبیعت میں زہد و قناعت کے علاوہ خلوت پسندی کا رجحان بھی بدرجۂ اتم موجود تھا۔ نہایت سادہ مزاج صاف باطن اور صلح کل مشرب کے حامل تھے حضرت عثمانؓ نے جب آپ کو دریافتِ حال کے لئے مصر بھیجا تو آپ کی عمر شریف کے نوّے سال گذر چکے تھے۔ بقول طبری و ابن خلدون ان کو مصر میں عبداللہ بن سبا کے گروہ نے جن میں خالد بن ملجم سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر شامل تھے روک لیا (تلخیص طبری جلد ۵ ابن خلدون جزء ۲ صفحہ ۲۱۸ - ۲۱۹) حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ وہ دھوکے سے قتل کر دیئے گئے ہیں (طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹ طبری لکھتا ہے کہ اسی ملعون باغی گروہ نے حضرت عثمانؓ کے مخلص اور معتمد علیہ نمائندے حضرت عمارؓ کو افشائے راز کے خوف سے مصر سے مدینہ آتے ہوئے دھوکے سے قتل کر دیا پھر امیر المؤمنینؓ کو محصور کر کے شہید کر دیا (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۴) دراصل سیدنا عمارؓ کے قاتل وہی لوگ تھے جن کے متعلق ملعون علی لسان محمد کہا گیا تھا (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۱) وفاء الوفا سمہودی جلد ۱ باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

وہ مجھ سے یا میرے نائبوں سے لے لے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو اپنے پاس سے جزا دیتا ہے۔،،

اس مختصر لیکن دردناک خط نے تمام عالمِ اسلام میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔ سامعین بے اختیار رو پڑے اور سب نے ضعیف العمر خلیفہ کے لئے دعائیں کیں مگر کسی ایک فرد نے بھی آپ کے سامنے کوئی شکایت پیش نہ کی۔ اس کے باوجود آپ نے تمام عاملوں کو بلا کر فہمائش کی صوبجات کے عامل مکہ میں تھے تو اُمت سبائیہ کو ان کی عدم موجودگی میں اور کھُل کر کھیلنے کا موقعہ مِل گیا۔

وقت گذرتا رہا فتنے بڑھتے رہے مگر ضعیف العمر مظلوم خلیفہ ڈھیل دیتے رہے گو حج کے بعد امیر معاویہؓ نے مدینہ پہنچکر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ میرے ہمراہ شام چلیں یا حکم دیں تو میں فوج بھیجدوں مگر اُس صابر اور رضائے الٰہی پر شاکر، عظیم انسان نے کوئی بات اپنے لئے پسند نہ فرمائی۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) مگر معلوم نہیں کہ ایسی ٹھوس شہادت کے باوجود کذاب راویوں کو کیسے جرأت پیدا ہوئی کہ انہوں نے سیدنا عمارؓ کو جنگ صفین میں پہنچا کر سیدنا معاویہؓ کے خلاف جنگ میں کھڑا کر کے شہید کر دکھایا حالانکہ اگر عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ۹۵ سال کی عمر کے ضعیف آدمی کا میدانِ جنگ میں پہنچکر تلوار اٹھانا کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے اور حیرانی یہ کہ مصنف خلافت و ملوکیت کو تاریخ طبری میں وہ تمام باتیں تو نظر آگئیں جو سیدنا عثمانؓ اور سیدنا معاویہؓ کے خلاف ہیں مگر سیدنا عمارؓ کی شہادت نظر نہ آئی۔

ملعون علی لسان محمد کی وضاحت کے لئے نبی اکرمؐ کا وہ ارشاد ملاحظہ کیجئے جو آپ نے ذی الخشب ذوالمروہ اور حوصب کے مقامات پر جمع ہونے والے لشکروں کے متعلق فرمایا تھا یہ وہی لوگ تھے جو کوفہ، بصرہ اور مصر سے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنے کے لئے ان مقامات پر خیمہ زن تھے یہاں بھی تاریخی بد دیانتی ملاحظہ ہو کہ نبی اکرمؐ کے اس ارشاد کو واقعہ حرّہ کے پولیس ایکشن کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے حالانکہ اس لشکر کا قیام ان مقامات میں سے کسی مقام پر نہ تھا عمارؓ بن یاسرؓ کی شہادت کے متعلق میرا ایک تحقیقی مضمون پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی کے شمارہ ۱۶ رجمادی الاول ۱۳۹۲ھ کے صفحات ۱۸، ۱۹ پر شائع ہو چکا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

اُمتِ سبائیہ مدینہ پہنچ گئی

نوبت بایں جا رسید کہ تخریب پسندوں نے زیر زمین اچھی طرح طاقت پکڑ لی تو کھل کر سامنے آ گئے یعنی ایک خاص سکیم اور پروگرام کے تحت کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایسے وقتوں میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ سب بیک وقت مدینہ پہنچ جائیں۔

کوفہ سے چار لشکر روانہ ہوئے جن کا سردار عمرو بن اصم تھا اور اس کے ماتحت چاروں لشکروں کے سردار زید بن صوحان عبدی، اشتر نخعی، زیاد بن نصر حارثی اور عبداللہ بن اصم تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو بیان کی جاتی ہے۔

اسی طرح مصر سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے۔ ان کا سردار غافقی بن حرب عکی تھا اور اس کے ماتحت عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر لیثی، سودان بن حمران سکونی اور قتیرہ سکونی تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔

بصرہ سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ اس کے ماتحت حکیم بن جبلہ، ضریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح الحطیم اور ابن المجرس بن عبد بن عمرو حنفی تھے۔ اس لشکر کی تعداد بھی چھ سو تھی (طبری خلافتِ راشدہ صـ۲۵۲) بقول ابن سعد بروایت ابی جعفر القاری باغیوں کی تعداد نو سو تھی۔ مصر کے چھ سو کوفہ کے دو سو، بصرہ کے ایک سو، مدینہ کے اکثر کمینے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کے عہد و پیمان باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے چونکہ ابن سعد سب سے قدیم مؤرخ ہے اس لئے اس کا بیان زیادہ صحیح ہو سکتا ہے۔

ملعونین علی لسان محمد

کوفہ کے لشکر نے اعوص کے مقام پر، مصر کے لشکر نے ذوالمرۃ کے مقام پر اور بصرہ کے لشکر نے ذوخشب کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) عمارؓ جذباتی آدمی تھے ایک بار سیدنا حسنؓ سے الجھ گئے کہ تم سیدنا عثمانؓ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں کہتے ہو۔ غرضیکہ عمارؓ مصر میں سبائیوں کے ہتھے چڑھ گئے اور جب وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو مصری سبائیوں نے افشائے راز کے خوف سے قتل کر دیا۔
(آل رقیۃ الزہرا بحوالہ ماہنامہ تذکرہ کراچی جولائی ۱۹۷۵ء صـ۵۹)

مقام پر کیمپ قائم کر دیئے۔ یہی وہ تین مقام ہیں جہاں جمع ہونے والوں کو نبی علیہ السلام ملعون فرما چکے تھے[ل]۔ اور تمام محققین، محدثین اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ان ملعونوں نے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنے کے بعد سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس لئے کہ صحابہؓ میں وہی رض امارت خلافت کے سب سے زیادہ آرزومند تھے اور وہی رض ان ملاعنہ کے سب سے زیادہ ہمدرد تھے۔

ایک قابلِ توجہ نکتہ

مدینۃ النبیؐ سے کوفہ، بصرہ اور مصر مختلف سمتوں میں واقع ہیں اور فاصلے بھی مختلف ہیں۔ ان کا بیک وقت مدینے پہنچنا۔ ان کے لشکروں کی تعداد کا برابر ہونا ہر لشکر کی تنظیم کا ایک جیسا ہونا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ ایک بہت بڑی، گہری اور نہایت سوچ وبچار سے تیار کی ہوئی سازش تھی۔ ان تمام لشکروں کی مجموعی تعداد اٹھارہ سو تھی۔ بعض روایات میں انہیں تین ہزار بیان کیا گیا ہے۔ اگر تین ہزار والی روایات کو ہی صحیح مان لیا جائے تو وہ کون سے عوامل تھے کہ مدینۃ النبیؐ میں عین مسجد نبویؐ کے سائے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے مسلمانوں کے ضعیف العمر عظیم خلیفہ کو چالیس دنوں تک بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر نہایت بے دردی، سفاکی، شقاوت، بربریت اور ظلم سے عین اس وقت ذبح کر دیا جاتا ہے جب وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھا۔ آج یہ باور کرنے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے کہ خلیفہ رسولؐ خود مدینۃ النبیؐ میں خونریزی پسند نہیں فرماتے تھے مگر مدینۃ النبیؐ کے باسیوں کے لئے اس مختصر سے فتنہ انگیز، ڈکیت، قاتل اور باغی گروہ کے قلع قمع سے کونسا امر مانع تھا۔ مدینۃ النبیؐ میں ابھی تک اس قسم کے سینکڑوں سے متجاوز صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ جنہوں نے قیصر وکسریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔ جن کے پاؤں کی ایک ضرب سے سمندروں نے رستے دیدیئے

ل: [illegible] جو ملا اس پیش گوئی کو واقعہ حرہ کے لشکر پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ وہ لشکر ان مقامات میں سے کسی مقام پر خیمہ زن نہیں ہوا تھا۔

پہاڑوں پر لرزے طاری ہو گئے جن کے بازوؤں میں اتنی سکت موجود تھی کہ یہ اٹھارہ سو بقول ابن سعد ۹ سو باغی ان کے سامنے پرکاہ جتنی وقعت بھی نہیں رکھتے تھے۔ مگر ان کی موجودگی میں چند سو ڈکیت چھ سات ہفتوں تک مدینۃ النبیؐ کی گلیوں میں مست سانڈوں کی طرح دندناتے اور ڈکراتے پھرتے رہے اور کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا گویا مدینۃ النبیؐ کے باسی تمام کے تمام اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھے رہے آج یہ بھی باور کرانے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے کہ قصرِ خلافت کے دروازے پر فلاں فلاں اصحابؓ پہرہ دے رہے تھے مگر یہ تمام کچھ دنیائے رفض کے ذریعے ہماری تاریخوں میں گھس کر ہمارے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہا ہے اور ہم اندھا دھند نقل راچہ عقل کے مصداق اپنی تاریخوں میں درج کرتے چلے جا رہے ہیں۔

عقل کبھی اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ چھ سات ہفتے تو در اٹھارہ سو کے درمیان ایک لشکر بغیر کسی مقامی تعاون کے یوں پرے جمائے پڑا رہا ہو اور پھر مذکورہ تین مقاموں پر جمع ہونے والوں کے متعلق نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد کہ ان مقامات پر جمع ہونے والے ملعون ہوں گے، کیا کسی کو بھی یاد نہ آیا اور پھر اس کی کیا وجہ کہ صوبجات کے عاملین نے اس عرصہ میں کوئی امدادی لشکر نہ بھیجا؟

نبی اکرمؐ کا دوہرا داماد جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔ جو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر چودہ سو صحابہؓ کے لئے جنت کی بشارت کا سبب بنا جسے نبیؐ نے کہا کہ اگر میرے گھر اور بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے اس کے نکاح میں دے دیتا جس نے مدینہ میں میٹھے پانی کا چشمہ خرید کر غریب مسلمانوں کے لئے وقف کیا جس نے جیش عسرت کے موقع پر نصف لشکر کے لئے سامانِ جنگ پیش کیا جس نے خلافتِ فاروقی کے زمانہ میں شدید قحط کے دوران سینکڑوں اونٹوں پر بار غلہ معہ اونٹوں کے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا جس کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اس ہاتھ سے زندگی بھر اپنے

سلہ : شیعوں نے بالعموم اور سبامیانوں نے بالخصوص ان ملاعنہ سے تعاون کیا تھا (حبشتی)

ستر کو نہ چھوا جو ہاتھ بیعت کے وقت اپنے پیارے نبیؐ کے ہاتھ میں دیا تھا جس کے ہاتھ کو نبیؐ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور یوں اپنے مکان میں نہایت شقاوت اور بے دردی سے ذبح کر دیا جائے اور مدینہ کے وہ جہانگیر و جہاندار مجاہد و غازی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں جو بارہا موت سے آنکھیں لڑا چکے تھے۔

افسوس کہ امت سبائیہ نے نہایت عیاری، مکاری، چالاکی اور فریب کاری سے اصل حالات آنکھوں سے اوجھل کرنے کے لئے مشاجرات صحابہؓ کی آڑ میں ہمارے مؤرخوں کو اس غلط راستے پر جس چابکدستی سے چلانے کی مہم شروع کی تھی آج تک رواں دواں ہے

میرے سامنے میرے وجدان نے جو راستہ پیش کیا ہے وہ کوئی بھول بھلیوں کی گھاٹیوں سے نہیں گذرتا اور نہ ہی کسی سراب میں جا کر گم ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ حقائق و شواہد کی ایک شاہراہِ اعظم ہے جسے سواد الاعظم کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لئے اغیار نے جھوٹ پر جھوٹ تراشے۔ فریب پر فریب تیار کئے اور سواد الاعظم کے وہ بزعم خویش محقق، مبصر اور مؤرخ اندھا دھند انہی کی سی کہنے میں مصروف ہو گئے اور سب سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ کہ اسی سواد الاعظم کے بعض بر خود غلط قسم کے بزعم خویش محققین نے اغیار کے ہاتھ مضبوط کرنے اور عوام کو گمراہی کی طرف لے جانے کے لئے خلافت و ملوکیت جیسی کذب و افترا پر مبنی کتابیں لکھ کر اپنی نسلی عصبیت کو تسکین دینے کے سامان بہم پہنچائے۔ کیا اس قسم کے سُنی نما رافضی دنیا کے اندر ہر دور میں موجود نہ تھے؟ یقیناً جواب اثبات میں ہو گا تو پھر اگر اس انکشاف و تحقیق کے دور میں ایسے لوگوں کے افتراء و بہتان پنپ سکتے ہیں تو گذشتہ زمانہ میں ان کی زبانیں کون بند کر سکتا تھا۔

نگہ بازگشت فاروق اعظمؓ کی شہادت کا اکثر صحابہؓ کو علم ہے مگر کھل کر بات نہیں کرتے۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی پختنت و پز کے لئے سبائی گروہ قریہ قریہ بستی بستی علی الاعلان منادی کر رہا ہے سب سنتے ہیں مگر خاموش ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی مؤرخ کھل کر بات نہیں کرتا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان مسلمان نما یہودیوں اور مجوسیوں کے پیچھے کوئی بہت بڑی

طاقت کار فرما تھی اور بعد میں پیش آنے والے واقعات نے تمام حقائق بھی واشگاف طور پر پیش کر دیئے مگر بمصداق ؎

تمہیں لے دے کے ساری داستاں سے یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

بہتان پھر بھی سیدنا عثمانؓ کی ذاتِ گرامی پر!

اہالیانِ مدینہ کی اٹھارہ سو باغیوں کے سامنے بے بسی

گو گذشتہ صفحات میں واضح طور پر اصل حقائق کے چہرے سے نقاب کشائی کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر ایک بار پھر میں آپ کو چند لمحات کے لئے پیچھے لے جانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

اسلام نے مدینۃ النبیؐ کے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مہاجرین مکہ کا بھائی بنا دیا تھا اور مسلمانوں کی اس تنظیم و یکانگت نے یہود کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مگر اوس و خزرج یعنی انصار کے دو قبیلوں کے دلوں میں پرانی عداوت کے کچھ دھندلے سے نقوش باقی تھے۔ اور مدینے کے منافقین اور خارج البلد یہود کی ریشہ دوانیوں سے کبھی کبھی اس عداوت کی راکھ میں سے کوئی چنگاری سُلگ اُٹھتی تھی۔

نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے بعد تو حضرت عمر بن الخطابؓ، ابو عبیدہؓ جراح اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ مسجد نبویؐ میں اس سانحہ عظیم پر ساکت و حیران بیٹھے تھے اور سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا علیؓ رسول اللہؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق عمرؓ نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو کہا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کر دوں کیونکہ رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے آپ کو امین الامت کا خطاب مل چکا ہے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا عمرؓ تمہیں معلوم نہیں ہم میں ثانی اثنین اور صاحب رسولؐ موجود ہیں ابھی وہ ان باتوں میں مشغول تھے کہ ثقیفہ بنو ساعدہ میں اُنہیں انصار کے اجتماع کی خبر ملی حضرت عمرؓ نے یہ سُنتے ہی سیدنا ابو بکرؓ کو بلایا اور اس واقعہ کی خبر دی مگر آپ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کے مقابلہ میں اور کوئی کام اہم نہیں۔ مگر سیدنا فاروق اعظمؓ

نے جواب دیا کہ انصار کہہ رہے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے اور یہ امر اُمت میں انتہائی طور پر تشتت و افتراق کا سبب ہو گا۔

حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر یہ تینوں اصحاب ثقیفہ میں پہنچے وہاں سعدؓ بن عبادہ کمبل اوڑھے درمیان میں بیٹھے تھے خدانخواستہ اگر اس وقت انصار اپنی مرضی کے مطابق سعدؓ کو خلیفہ بنا لیتے تو مہاجرین کے لئے مدینہ میں دُنیا تنگ ہو جاتی۔ منافقین اور یہود انصار سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے کر مہاجرین کو مدینہ سے نکالنے میں بھی دریغ نہ کرتے۔

انصار خلافت کے لئے اس حد تک تیار تھے کہ ایک انصاری نے اُٹھ کر کہا کہ ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے مہاجرین تم قلیل التعداد ہو اور اس کے باوجود ہمارا حق غصب کرنا چاہتے ہو۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے نہایت نرمی سے اُن کو جواب دیا مگر اُن کا جوش و خروش ٹھنڈا نہ ہوا۔ چنانچہ حبابؓ بن منذر انصاری نے کہا اے انصار! امامت اپنے ہاتھ میں رکھو۔ کیونکہ یہ لوگ تمہارے مطیع ہیں۔ کسی میں تمہارے خلاف آواز اُٹھانے کی جرأت نہ ہو گی تم عزت، ثروت تجربے، بہادری اور دلیری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہم مہاجرین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت کر سکتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو، ایک اُن میں سے ہو۔ حبابؓ کی تقریر ابھی جاری تھی کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کھڑے ہو گئے اور کہا ایک میان میں دو تلواریں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قسم عرب کبھی تمہیں امیر تسلیم کرنے پر رضامند نہیں ہوں گے۔ عرب صرف ان لوگوں کی امارت پر رضامند ہوں گے جن میں نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اگر کسی طبقے نے مہاجرین کی امارت سے انکار کیا تو اس کے خلاف مہاجرین کے پاس دلائل ظاہرہ اور براہین قاطعہ موجود ہیں اس معاملہ میں مہاجرین سے جھگڑا کرنے والا باطل کا پیروکار، گناہوں سے آلودہ اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والا ہو گا۔ حبابؓ نے فاروق اعظمؓ کی بات کاٹ کر کہا اے گروہِ انصار تمہاری ہی تلواروں کی بدولت اسلام کو شان نصیب ہوئی ہے تم نے ہی اسلام [illegible]

اگر تم چاہو تو اُسے اس شان و شوکت سے محروم کر سکتے ہو فاروق اعظمؓ نے یہ سنکر کہا اگر تم نے اس قسم کی کوشش کی تو اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔

بقول طبری حبابؓ نے یہ سنکر تلوار سونت لی لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ جھٹک کر تلوار چھین لی اور سعدؓ بن عبادہ کی طرف بڑھے ابو عبیدہؓ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر عمرؓ کو روکا اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا اے انصار تم ہی تھے جنہوں نے اس دین کی نصرت و حمایت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور تم ہی سب سے پہلے اس کی تباہی کے درپے ہو رہے ہو۔ یہ سنکر بشیرؓ بن سعدؓ انصاری خزرجی نے کہا اللہ کی قسم اگرچہ ہمیں مشرکین سے جہاد کرنے اور دین میں سبقت کرنے کے معاملے میں مہاجرین پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہم نے یہ سب کچھ محض رضائے الٰہی کی خوشنودی کے لئے اور اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کیا ہے۔ اللہ ہی ہمیں اس کی جزا دے گا۔ پھر انصار سے مخاطب ہو کر کہا رسول اللہؐ قریش میں سے تھے ہم اس بارے میں ان سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ بشیرؓ کی باتیں سنکر سیدنا صدیق اکبرؓ نے انصار کی طرف دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ بشیرؓ کی باتوں نے ان پر بڑا اثر کیا ہے۔ انصار کو مخاطب کر کے کہا یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بیٹھے ہیں ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔ اس وقت شور و شغب بڑھ گیا تو یکلخت عمرؓ اٹھے ابو بکرؓ کو کہا ہاتھ بڑھائیے۔ اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی بیعت کر لی۔ بشیرؓ بن سعد اور دوسرے انصار نے بھی بیعت کر لی اسیدؓ بن حضیر رئیس اوس نے اپنے قبیلے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم اگر خزرج ایک بار بھی خلافت پر قابض ہو گئے تو انہیں ہمیشہ تم پر فضیلت حاصل رہے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ مگر سعدؓ بن عبادہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

بعض جہلا یہ کہتے ہیں کہ ثقیفہ بنو ساعدہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہوا مگر سطور بالا میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہ تمام تاریخوں کا لبّ لباب ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا اچانک ہوا اور بالکل غیرارادی طور پر ہوا دوسرے روز مسجد نبویؐ میں عام بیعت ہوئی۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ خط سیدنا علیؓ کے ایما سے لکھا گیا تھا۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا گیارہواں ایڈیشن جلد ۲۵ صفحہ ۲۵ پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"THE HISTORY OF THE LETTER TO ABDULLAH BIN SARAH SEEMS TO HAVE BEEN A TRICK PLAYED ON THE CALIPH WHO SUSPECTED ALI OF HAVING HAD A HAND IN IT."

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خط نہ تو امیر مروانؓ لکھوا سکتے تھے چونکہ انہیں ان کے لکھنے پر ہی عبداللہ بن سرح مصر سے روانہ ہو چکے تھے اور نہ ہی اس قسم کے گھٹیا فعل کا سیدنا علیؓ سے ارتکاب ہو سکتا تھا۔ یہ سب بدمعاشی انہی بلوائیوں کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) تاریخ خمیس میں ہے کہ حضرت مروان فقیہہ عالم اور ادیب تھے تلاوت قرآن میں من اقراء الناس مشہور تھے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امیر یزیدؒ کی نامزدگی سے پہلے امیر معاویہؓ حضرت مروانؓ کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ کتاب اللہ کے قاری، اللہ کے دین کے فقیہہ اور حدودُ اللہ قائم کرنے میں شدید ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

حضرت جعفر (صادق) راوی ہیں کہ جب حضرت مروانؓ کے مسند آرائے خلافت ہونے کا وقت آیا اور لوگ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے خیمہ میں روشنی ہے اور آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ صحیح امام شافعیؒ میں ہے کہ حضرت مروانؓ کی امامت میں حضرت حسنؓ حسینؓ نمازیں ادا کرتے رہے۔

آخر عبداللہ بن زبیرؓ کی غلطی کے نتیجہ میں یہ عظیم ہستی معہ عیال دمشق پہنچ گئی اور اپنی بے مثال صلاحیتوں عظمتوں، جلالتوں کی وجہ سے عام اجتماع میں مسند خلافت کی زینت بنی (تلخیص از حقیقت خلافت و ملوکیت مصنفہ علامہ محمود احمد عباسیؒ صفحہ ۳۹۲-۳۹۹-۴۰۰) مگر مصنف خلافت و ملوکیت کو حضرت مروانؓ کے ہم عصروں کے علی الرغم چودہ صدیاں گذرنے کے بعد ان میں وہ تمام برائیاں نظر آگئیں جو کسی لغت کی کتاب میں مصنف کو مل سکیں۔

کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے۔ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے یہ شہباز حریت بیک وقت سکندر بھی تھا اور ہنی بال بھی، سلیمان زمانہ بھی تھا اور شعیب وقت بھی، جمشید دوراں بھی تھا اور نوشیرواں زمانہ بھی امور سلطنت پر اس کی نظر اس قدر گہری تھی کہ تمام عمال حکومت اپنے اپنے مقامات پر بیٹھے کانپتے رہتے تھے۔ وقتی طور پر جس طرح صدیق اکبرؓ کی خلافت کے وقت اختلاف رائے کی جو آگ دب گئی تھی وہ فاروق اعظمؓ کے زمانے میں بھی دبی رہی مگر جب فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور مجوسی غلام مدینہ میں پہنچنے شروع ہوئے اور انہیں سیدنا علیؓ کی نگہداشت میں رکھا گیا تو ہرمزان وغیرہ نے جو ایک نہایت شاطر عیار مکار، چالاک اور جہاندیدہ انسان تھا۔ اور عرصہ تک ایران کے ایک صوبہ کا گورنر رہ چکا تھا۔ مدینۃ النبیؐ کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کر کے ایک نتیجہ پر پہنچا اور زیر زمین ایک تخریبی تحریک کی بنیاد رکھنے میں منہمک ہو گیا۔ افرادی قوت اس کے پاس تھی سیدنا فاروق اعظمؓ کے زاہدانہ اور متشققانہ رویّہ سے جو لوگ ناگواری محسوس کر رہے تھے ان پر یہودی دسیسہ کاریوں کا غیر محسوس طریقہ سے اثر ہوتا رہا۔ فتوحات کی کثرت نے مال و دولت کے انبار لگا دیئے تھے۔ وہ نئی پود جس نے ابتدائے اسلام کی زُلزِلُوا زِلزَالاً شَدِیدًا کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا تھا اور اسلام کی شان و شوکت کے دور میں جوانی کی سرحدوں پر قدم رکھا تھا۔ اس کے خیالات میں پختگی نہ تھی ہر مورخ نے خلافت راشدہ کے زمانے میں واقعات قلمبند کرتے ہوئے قطعاً اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اکثریت دور کہولت سے آگے بڑھ کر عالم پیری کے دروازوں پر دستک دے رہی تھی اور معاشرہ میں ایک قسم کے اجتماع الضدین کی کیفیت پیدا ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ان حالات میں یہود و مجوس کی تخریبی زیر زمین سرگرمیوں کی اگر کوئی خبر ظاہر بھی ہوتی تو نوجوان طبقہ کے خیال میں جبکہ وہ ایک عظیم فاتح قوم کے نونہال تھے محض چند مینڈکوں کا ٹرانا تھا۔ اور بوڑھے اس لئے مطمئن تھے کہ ایسی افواہیں کیا بگاڑ سکتی ہیں تاریخ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ اس زیر زمین تخریبی تحریک سے اکثر صحابہؓ واقف تھے۔

فاروق اعظمؓ کے خلاف تحریک سے اکثر صحابہؓ واقف تھے

ابن سعد لکھتا ہے کہ عرفات میں حج کے موقع پر فاروق اعظمؓ نے لوگوں کو تکبیر اور دعا میں مشغول دیکھا تو خوش ہوئے حذیفہؓ موجود تھے انہوں نے کہا فتنہ پر ایک دروازہ لگا ہوا ہے جب وہ توڑ ڈالا گیا یا کھولا گیا تو وہ فتنہ نکلے گا عمرؓ یہ سنکر گھبرا گئے اور پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے اور اس کا کھولنا یا ٹوٹنا کیا ہے۔ حذیفہؓ نے کہا ایک شخص مرے گا یا قتل کیا جائے گا (طبقات جلد سوم ص ۱۳۶) حذیفہؓ کے ان کلمات کے ٹھیک سترہ روز بعد سیدنا فاروق اعظم شہید کر دیئے گئے۔ کیا حذیفہؓ کے ان الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے۔ اور اگر یہ سازش صرف مجوس یا یہود کی تیار کردہ تھی تو حذیفہؓ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کونسا امر مانع تھا۔ اسی حذیفہؓ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے۔

اس سے بھی اہم ترین

سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو گھر بلایا آپ گھر پہنچے تو وہ سوفہ رو رہی تھیں۔ وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ یہودی یعنی کعب حبار کہتا ہے کہ عمرؓ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہیں

۱؎ : سیدہ ام کلثومؓ بنت سیدنا علیؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کی حرم محترم تھیں شیعہ مذہب کی تمام امہات الکتب میں اس نکاح کا ذکر موجود ہے مگر شیعہ اپنی امہات الکتب سے منحرف ہو کر یہ رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ علیؓ کی کوئی بیٹی عمرؓ کے نکاح میں نہ تھی اب انکار کی صورت نے ان کے لیے عجیب مشکل پیدا کی۔ اپنی معتبر کتب کو کیسے جھٹلایا جائے تو وہ ایسے سوقیانہ اور مبتذل حربوں پر اتر آئے جن کی زد سے علیؓ بھی نہ بچ سکے۔

سیدہ ام کلثومؓ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے تھیں چنانچہ ملاحظہ ہو شیعوں کی اہم کتاب۔

اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ فی آئمۃ الہدیٰ المعروف بتاریخ آئمہ لابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی متوفی ۵۴۸ھ مطبع شیراز ۱۳۱۲ھ

الباب الخامس فی ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام و اولادھم

(باقی اگلے صفحہ پر)

عمرؓ نے فرمایا ماشاء اللہ و لا قوۃ الا باللہ مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے پھر آپ نے کعبؓ کو بلایا اور پوچھا تو اُس نے کہا تا وقتیکہ آپ جنت میں داخل نہ ہو جائیں گے ذی الحجہ ختم نہیں ہوگا ہم آپ کو کتاب اللہ میں پاتے ہیں کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔ (طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۱۳۳)

جو کچھ حذیفہؓ نے کہا وہی کعبؓ نے کہا اور پوچھنے پر بات بدل دی۔ اگر فاروق اعظمؓ ذرا سختی سے انہیں پوچھتے تو تمام حالات سامنے آجاتے اور سازش کی تمام کڑیاں بے نقاب ہو جاتیں۔

شہادت سے تین روز پہلے فیروز مجوسی آپ کو قتل کرنے کی وارننگ دیتا ہے ایک معمولی مجوسی غلام کو یہ جرأت کیسے پیدا ہوئی۔ کہ فاروق اعظمؓ جیسے دبدبہ و طنطنہ کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) واسماء ھم وھم سبعۃ وعشرون ولداً ذکراً وانثی۔ الحسن والحسین وزینب الکبری وزینب الصغری المسکفاۃ بام کلثوم امھم، فاطمۃ البتول سیدۃ نساء العالمین بنت سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین (الی ان قال) واما ام کلثوم فھی التی تزوجھا عمر بن الخطاب وقال اصحابنا انہ انما تزوجھا بعد مراجعۃ کثیرۃ وامتناع شدید واعتلال علیہ بشئ بعد شئ حتی الجاتہ الضرورۃ الی ان ردھا الی العباس بن عبد المطلب فزوجھا ایاہ انتھی (بشکریہ مولانا ابو حفص عثمانی) (ڈیرہ غازی خان)

ترجمہ:۔

پانچواں باب: امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد اور ان کے ناموں کے ذکر میں جو ستائیس تھے۔ لڑکے تھے اور لڑکیاں۔ ان میں سے حسن حسین، زینب الکبریٰ، زینب الصغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم تھی ان سب کی ماں فاطمہ سیدۃ نساء العالمین تھی جو نبی علیہ السلام کی دختر تھی۔ اور ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطابؓ سے ہوا تھا۔

ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ یہ نکاح بڑی بحث و تمحیص کے بعد ہوا تھا۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا تھا کہ آخر عباسؓ بن عبد المطلب تک پہنچا یعنی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

حامل خلیفہ کو علی الاعلان قتل کی دھمکی دے۔ ان واضح شواہد کی موجودگی میں کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی شہادت کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا ہاتھ نہیں تھا؟ صرف چند نو مسلم یہودی یا مجوسی اپنے اندر اتنا دم خم نہیں رکھتے تھے۔ غور کیجیے کہ اس سازش کے پیچھے کونسا خفیہ ہاتھ تھا؟ اگر وہ سازشی لوگ معمولی حیثیت کے تھے تو کعبؓ اور حذیفہؓ دبی زبان میں اظہار خیالات کے بعد خاموش کیوں ہو گئے؟ اُنہیں کس کا ڈر تھا یا انہیں نئی حکومت میں کسی عہدہ کے ملنے کی توقع تھی۔ بہر حال صورت جو بھی تھی یہ بات پایۂ یقین تک صحیح ثابت ہوتی ہے کہ اس سازش کو کسی اہم ترین شخصیت کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ اور سیدنا فاروق اعظمؓ اپنی قلبی پاکیزگی اور حسنِ ظن کی بنا پر اپنے قتل کی خبریں سُنکر بھی خاموش رہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اس بات پر سب متفق ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں ان کی پانچ اولادیں تھیں جن میں سے حسنؓ حسینؓ ام کلثومؓ اور زینبؓ کے حالات ہر دو فریق کی کتب میں موجود ہیں (دریا علوم بحوالہ قاموس المشاہیر جلد ۲ ص ۱۱۷) سیدہ ام کلثومؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کے نکاح میں تھیں۔ سیدہ زینبؓ کا نکاح عبد اللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔ سیدہ زینب جب اپنے بھائی سیدنا حسینؓ کے ساتھ عازم کوفہ ہوئیں تو شوہر نے روکا مگر آپ نہ رکیں تو سیدنا عبد اللہؓ نے طلاق دیدی اور اپنا لڑکا علی الزینبی اپنے پاس روک لیا۔ آج جو لوگ عون اور محمد کو آپ کے بیٹے کہتے ہیں اُنہیں تاریخ سے قطعاً کوئی مس نہیں یہ ہر دو عبد اللہ کے بھائی یعنی سیدہ زینب کے دیور تھے۔ سیدہ ام کلثومؓ یعنی سیدنا فاروق اعظمؓ کی بیوہ سے سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد پہلے عون نے نکاح کیا ان کے مرنے کے بعد محمد نے اور ان کی وفات کے بعد انہی عبد اللہ نے نکاح کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد جب خانوادہ نبوت دمشق پہنچا اور وہاں سے عازم مدینہ ہوا تو زینب اپنے سوتیلے داماد امیر یزیدؒ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہو چکی تھیں کہ دمشق میں ہی رُک گئیں امیر یزیدؒ کے نکاح میں ام محمد بنت عبد اللہ تھیں سیدہ زینبؓ کا مزار آج تک دمشق میں موجود ہے نا معلوم فرقہ مخالف کے لوگ کس جنت الحمقاء میں رہتے ہیں واضح تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں جھوٹ پر جھوٹ گھڑتے چلے جا رہے ہیں اس نکاح کے متعلق میں اپنی تالیف "مقام صحابہؓ" میں وضاحت سے ذکر کر چکا ہوں (باقی اگلے صفحہ پر)

خلافتِ عثمانی

سیدنا فاروق اعظمؓ نے شہادت سے پہلے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک چھ رکنی مشاورتی کونسل تشکیل دے کر فرمایا کہ یہ اصحاب اپنے میں سے کثرتِ رائے سے جسے موزوں سمجھیں خلیفہ منتخب کرلیں اس کونسل کے اراکین میں اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بھی شامل کیا مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ عبداللہؓ صرف بطور ایک مبشر کے کونسل کا رکن ہے اُسے خلیفہ نہ منتخب کیا جائے طویل بحث وتمحیص اور چھان بین کے بعد سیدنا عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔

نگہِ بازگشت

سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کی انعقاد کے وقت بھی سیدنا علیؓ کی آرزو پوری نہ ہوسکی۔ فاروق اعظمؓ کی خلافت کے وقت بھی آپ محروم رہے۔ اب تیسری بار بھی آپ کامیاب نہ ہوسکے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیدنا علیؓ کے ہمنواؤں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ کچھ ایسے ہی عوامل تھے کہ صرف اٹھارہ سو باغی چھ سات ہفتے مدینہ میں دندناتے پھرتے ہیں اور آخر نبیؐ کے دوہرے داماد کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیتے ہیں اور وہی بلوائی سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرتے ہیں گویا یہی لوگ آپ کے فرقِ انور پر تاجِ خلافت رکھتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) شیعوں کی صحاح اربعہ میں اس نکاح کا ذکر بڑی وضاحت سے موجود ہے۔

۱۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ نولکشور میں اس نکاح پر پورا باب باندھا گیا ہے۔

۲۔ الصافی شرح اصول کافی مطبع نولکشور کتاب الحجہ جز سوم باب ۶۱ صفحہ ۲۸۱ - ۲۸۲۔

۳۔ الاستبصار جلد ثانی مطبوعہ مطبع جعفریہ صفحہ ۱۸۵ - (۴) تہذیب (۵) شافی۔

۶۔ ابن ابی الحدید جز ثانی صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر (۷)، مجالس المومنین (۸)، سیف صارم (۹) خرائج وجرائح (۱۰) شرح شرائع قمی (۱۱) کتاب شہادت (۱۲) الفرق (۱۳) حیات القلوب وغیرہ سیدہ ام کلثومؓ سانحہ کربلا میں موجود تھیں آپ کا وہ خطبہ تمام شیعہ کتب میں موجود ہے کہ آپ بھی تمام خانوادہ نبوت کی طرح شیعان کوفہ کو سیدنا حسینؓ کا قاتل سمجھتی تھیں مولف اعلام الہدیٰ یوں تو ام کلثومؓ کے وجود سے انکار نہ کرسکا مگر ناموں کی ترتیب بدل گیا سیدہ ام کلثومؓ سیدہ فاطمہؓ کی سب سے بڑی اولاد تھیں جیسا کہ جلاء العیون کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے جو سیدنا علیؓ کے دخترِ ابوجہل سے ارادۂ نکاح کے متعلق ہیں

بلوائی مدینۃ النبیؐ میں

گزشتہ صفحات میں بیان ہوچکا ہے کوفہ، بصرہ اور مصر کے ملعونین علی لسان محمدؐ مدینہ سے باہر تین مختلف مقامات پر خیمہ زن ہوئے اس کے بعد سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کرکے زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم کو ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں بھیج کر مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ مگر اُمہات المومنینؓ نے دھتکار دیا پھر اہل مصر علیؓ کے پاس اہل کوفہ زبیرؓ کے پاس اور اہل بصرہ طلحہؓ کے پاس پہنچے مگر وہاں سے بھی دھتکار دئے گئے۔ آخر انہوں نے یہ درخواست کی کہ بعض صوبجات کے عمال بدل دئے جائیں چنانچہ مصریوں کے ساتھ محمد بن ابوبکرؓ جو سیدنا علیؓ کا ربیب تھا بطور عامل روانہ کر دیا۔ وقتی طور پر یہ بلا بظاہر ٹل گئی۔

محمد بن ابوبکرؓ

محمد بن ابوبکرؓ میں اس کے سوائے کوئی خوبی نہ تھی کہ وہ سیدنا ابوبکرؓ کا بیٹا تھا۔ وہ اڑھائی تین سال کی عمر کا تھا کہ سیدنا علیؓ نے اس کی ماں سے نکاح کیا تھا اس کی تمام تربیت سیدنا علیؓ کے گھر میں ہوئی۔

بلوائی دوبارہ مدینہ میں

ابھی اس واقعہ کو گذرے ہفتہ بھر بھی نہیں ہوا تھا اور لوگ اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف تھے اور بعض مساجد میں مصروفِ عبادت تھے کہ اچانک بلوائی مدینہ میں داخل ہوگئے اور مسجد نبویؐ اور قصرِ خلافت کا محاصرہ کرلیا۔ اور تمام مدینہ کی گلیوں میں منادی کرادی کہ جس کسی کو اپنی جان عزیز ہو اپنے گھر میں بیٹھا رہے سیدنا عثمانؓ باقاعدہ مسجد میں جاکر نماز پڑھاتے رہے اہلِ مدینہ نے اس اچانک افتاد سے ذرا سنبھالا لیا اور باغیوں سے پوچھا کہ تم تو مطمئن ہوکر اپنے اپنے مقامات کی طرف واپس روانہ ہوگئے تھے اب دوبارہ جمع ہوکر کیوں واپس آگئے ہو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم تسلی اور تشفی سے واپس جارہے تھے کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جو صدقہ کے اونٹ پر سوار تھا کبھی ہمارے سامنے آتا کبھی پیچھے ہٹ جاتا بعض بعض آدمیوں کو اس پر شک ہوا تو اُسے پکڑ کر تلاشی لی۔ اس سے ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمانؓ کا لکھا ہوا ہے اس میں والئ مصر کو ہدایت ہے کہ جس وقت مفسد واپس پہنچیں ان میں سے فلاں فلاں کو قتل کردیا جائے، فلاں کی داڑھیاں مونڈ دی جائیں

تو سیدنا نامہ ابوالاسود بن سلیمان سلمی تھا اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر لویب کے مقام سے پکڑا گیا تھا۔

جعلی خط: ۔ سیدنا عثمانؓ اور بعض صحابہؓ نے کوفہ اور بصرہ کے بلوائیوں سے پوچھا کہ مصری لوگ تو اس لئے واپس آئے ہیں کہ انہوں نے ایک قاصد سے اس مضمون کا خط حاصل کیا ہے مگر تم لوگ کیوں واپس آئے ہو۔ انہوں نے بھی اسی خط کا ذکر کیا۔ مگر جب پوچھا گیا کہ مصر، کوفہ اور بصرہ کے راستے تو مختلف سمتوں کو جاتے ہیں تمہیں اس خط کے متعلق کیسے علم ہوا حالانکہ تمہارے درمیان چھ چھ منزلوں کا فاصلہ تھا تو وہ اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

سیدنا عثمانؓ کا حلف | پھر بھی ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے سیدنا عثمانؓ نے قسم کھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ بلوائیوں نے کہا تعجب کا مقام ہے کہ خط پر مُہر تمہاری ہے، قاصد تمہارا غلام ہے سانڈنی بیت المال کی ہے تو پھر تم انکار کئے جا رہے ہو۔ پس تم سچے ہو یا جھوٹے۔ بہر حال تمہیں معزول کرنا مطلوب ہے۔ اگر تم سچے ہو تو تمہارے جیسا نااہل خلافت کے لائق نہیں اور اگر جھوٹے ہو تو جھوٹے کو خلافت پر برقرار رہنے دینا جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اپنی خوشی سے اس لباس کو نہیں اتاروں گا جو اللہ تعالےٰ نے مجھے پہنایا ہے۔ اس کے بعد اس جعلی خط کے متعلق عام بحث شروع ہو گئی تو بعض نے کہا جن میں محمد بن مسلمہؓ بھی شامل تھے کہ یہ خط مروانؓ نے لکھا ہو گا۔ بلوائیوں نے کہا مروانؓ ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر سیدنا عثمانؓ نے فرمایا میں محض شک کی بنا پر مروان کو کس طرح تمہارے حوالے کر سکتا ہوں[1]۔

---

[1] ۔ حضرت مروان کے متعلق مورخین نے جس بے انصافی سے کام لیا ہے تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے خصوصًا دور حاضرہ کے ایک بر خود غلط بزعم خویش محقق یعنی مصنف خلافت و ملوکیت نے اس جلیل القدر ہستی پر جس قدر کیچڑ اچھالی ہے اور اس بطل جلیل کو رگیدنے کی کوشش کی ہے یہ ایسے ہی نسلی تعصب کے کابوس

(باقی اگلے صفحہ پر)

خط کس نے لکھا؟ | واقعات کے سیاق و سباق اور حالات کے تسلسل کے پیش نظر صاف نظر آتا ہے کہ بلوائی جب لاجواب ہو کر مدینہ سے رخصت ہونے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے دوبارہ مدینہ پر خروج کرنے کے لئے اور اس کے جواز کی صورت پیدا کرنے کے لئے خط کا مضمون تیار کیا۔ اور اپنے طے کردہ پروگرام کے مطابق راستہ سے واپس لوٹ کر مدینہ پہنچ گئے۔ چونکہ وہ بصرہ، کوفہ اور مصر سے طویل سفر کی صعوبتیں برداشت

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کے مریض کا کام تھا۔ مصنف مذکور کو سیدنا مروانؓ کی ذات کے متعلق ایک بھی بھلی بات لکھنے کی توفیق میسر نہیں ہوئی۔

سیدنا مروانؓ صغار صحابہؓ میں سے تھے فتح مکہ کے روز نو دس برس کے تھے اور نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے چنانچہ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں لہ رویۃ (یعنی مروان نے نبی علیہ سلام کو دیکھا تھا تاریخ خمیس میں ہے وکان مروان قد لحق النبیؐ (ج ۲ ص ۳۰۰) یعنی مروانؓ نے نبی علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں و مروان من اقران ابن الزبیر (یعنی مروان ابن زبیر کے طبقہ سے تھے) منہاج السنۃ ۳: ۱۰۹۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں جو صحابی عند طائفۃ کثیرۃ (البدایہ جلد ۸ ص ۲۵۷) یعنی کثیر جماعت کے نزدیک مروانؓ صحابی ہیں۔ میں نے سیرت امیر المومنین امیر مروانؓ بن الحکم لکھتے وقت آپ کی عمر ۸/۹ سال لکھی لیکن بعد میں - - - - - - - - - چند ایسے شواہد نظر سے گذرے جو اس بات کے مؤید ہیں کہ بعثت نبویؐ کے وقت آپکی عمر ۱۸-۱۹ سال تھی۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۹/۳۰ سال تھی چنانچہ ایک حنفی عالم نے بخاری شریف کے راویوں پر چند اعتراضات کئے جن میں سیدنا امیر مروانؓ کا نام بھی تھا اس کے جواب میں مولانا ابو القاسم بنارسی نے اپنی تحقیقی تالیف "الامر المبرم" میں ان اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں چنانچہ کتاب مذکورہ صفحات ۷۷ تا ۷۹ پر امیر المومنین امیر مروانؓ کے متعلق بحث کرتے ہوئے حیاۃ الحیوان ص ۵۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن طاہر کا یہ قول کہ امیر مروانؓ ۲ھ میں پیدا ہوئے مردود ہے (اصابہ جلد ۳ ص ۹۰۶) حیواۃ الحیوان میں ہے کہ امیر مروانؓ نے ۶۵ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی (جلد ۱ ص ۶۶) گویا موصوف ہجرت سے ۱۸ سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ امام بخاری لکھتے ہیں امیر مروانؓ کا سن وفات ۶۳ھ اس وقت ان کی عمر ۸۱ سال تھی

(باقی اگلے صفحہ پر)

کر کے مدینہ پہنچے تھے اس لئے اب یوں ناکام لوٹ کر جانا ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ لہذا خط کا مضمون تیار کر کے تمام اپنے اپنے شہروں کو بظاہر روانہ ہو گئے اور اسی سوچی سمجھی سکیم کے تحت تین تین منازل کا سفر کرنے کے بعد واپس آ گئے۔ خط کے جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خط عبداللہ بن سرح کے نام تھا۔ اور بلوائیوں کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن سرح ان کے خط کی سازش سے پہلے ہی مصر سے مدینہ روانہ ہو چکے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ، تاریخ صغیر بخاری صفحہ ۶۳ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی لہذا امیر مروانؓ کی صحابیت مسلم ہے (تلخیص الامر المبرم حرف المیم صفحہ ۴۸)

چنانچہ امام ابن العربی کہتے ہیں مروان رجلٌ عدلٌ من کبار الامۃ الخ یعنی حضرت مروانؓ صحابہ کرام تابعین اور فقہا مسلمین کے نزدیک اس امت کی عظیم شخصیتوں میں سے ہیں اور نہایت ثقہ ہیں چنانچہ صحابہؓ میں سے سہیلؓ بن سعد الساعدی نے ان سے روایت کی ہے (العواصم صفحہ ۸۹-۹۰) حضرت سہیلؓ کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے حضرت علیؓ (زین العابدین) کی روایت بھی حضرت مروانؓ سے صحیح بخاری میں موجود ہے (باب التمتع والاقران والافراد بالحج) حضرت مروانؓ سے روایت کرنے والوں میں سعید بن المسیب عبیداللہ بن عبداللہؓ بن عتبہ بن مسعود، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث، عروۃ الزبیر عراک بن مالک الغفاری۔ عبداللہ بن شداد جیسے جلیل القدر فقہا کی ایک جماعت ہے بلکہ عبدالرزاق جن میں کسی قدر شیعیت بھی تھی اور امام اہلِ یمن مشہور تھے انہوں نے بھی حضرت مروانؓ سے روایت کی ہے موطا امام مالک، صحیح بخاری اور سنن نسائی جو صحاح کی عظیم کتابیں ہیں ان میں حضرت مروانؓ کے ارشادات فتاویٰ اور قانونی فیصلے موجود ہیں جنہیں فقہائے اسلام نے شرعی نظائر کی حیثیت دی ہے، حافظ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں قال عروۃ بن الزبیر کان مروان لا یتھم فی الحدیث الخ (حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت مروانؓ حدیث میں غیر متہم ہیں) ان سے حضرت سہیلؓ بن سعد صحابی نے ان کے صدق پر بھروسہ کیا ہے اور مسلم کے سوائے باقی محدثین نے بھی ان پر اعتماد کیا ہے شیخ الاسلام امام تیمیہ لکھتے ہیں کہ صحاحِ ستہ میں حضرت مروانؓ سے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں اور اہل فتوےٰ ان کے فتاوے بطور سند پیش کرتے ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

بخاری کی روایت کے مطابق سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی وفات یعنی چھ ماہ تک بیعت نہ کی مشہور شیعہ مؤرخ یعقوبی نے سیدنا علیؓ کے ساتھ چند دیگر صحابہؓ یعنی عباسؓ بن عبدالمطلب فضلؓ بن عباسؓ، زبیرؓ بن عوام، خالدؓ بن سعید، مقدادؓ بن عمر، سلمانؓ فارسی، ابوذر غفاریؓ عمارؓ بن یاسر، براءؓ بن عازب، ابیؓ بن کعب وغیرہ کے نام بھی گنوائے ہیں۔

یعقوبی نے اپنے بغضِ رفض کی بنا پر یہ نام گنوائے ہیں اور اگر بفرضِ محال اسے صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو انعقادِ خلافت کے بعد یہ سب قابلِ گردن زنی تھے یہ صرف صدیق اکبرؓ کا ان پر احسان تھا کہ انہیں معاف کر دیا اور دوسری بات یہ کہ یعقوبی ان چند ناموں کا ذکر کر کے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ چونکہ تمام لوگوں نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی لہذا انعقادِ خلافت نہیں ہوا تھا۔

مگر وہ اس بات کو کیوں بھول گیا کہ یہاں تو بقول اس کے چند صحابہؓ کرام نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی مگر سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر تو صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت میں سے صرف چند ایک نے بیعت کی تھی اور وہ بھی اس وقت جب قاتلین عثمانؓ ان کی گردنوں پر تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے تھے مگر انہی لوگوں نے آگے چل کر بخوشی سیدنا معاویہؓ اور امیر یزیدؒ کے ہاتھ پر بلا جبر و اکراہ متفقہ طور پر بیعت کی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ یہی وہ سوال ہے جس کا کھل کر آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔

گو سیدنا علیؓ کے دل میں حصول خلافت کا خیال ضرور تھا مگر اس کے باوجود آپ کے کسی قول سے کسی کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میرے لئے نبی علیہ السلام نے فلاں وقت اس قسم کی کوئی وصیت فرمائی تھی کہ تم میرے بعد میرے جانشین ہو گے۔ یہ اصطلاح یارانِ طریقت کی بہت بعد کی ایجاد ہے۔ اب تاریخ ایک اور ورق الٹتی ہے صدیق اکبرؓ واصل بحق ہو گئے اور مرتے وقت فاروق اعظمؓ کے لئے وصیت کر گئے گویا سیدنا علیؓ کے لئے خلافت کا دوسرا موقع بھی جاتا رہا۔ فاروق اعظمؓ جس تدبر، دبدبہ، طنطنہ اور شان و شوکت سے خلافت

ذہنوں کی پیداوار تھی۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمام بلوائی بظاہر مطمئن ہو کر مصر، کوفہ اور بصرہ کو روانہ ہو گئے۔ مگر مشہور مجوسی فتنہ پرداز مالک اشتر معہ چند اشرار کے مدینہ میں موجود رہا۔ اور یہ اسباب کا بیّن ثبوت ہے کہ خط کی سازش کا خالق وہی تھا۔

چند تنقیحات

۱۔ کیا سیدنا عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بظاہر بلوائیوں کو مطمئن کر کے واپس کر دیا اور بباطن ان کے قتل کا ارادہ کیا۔

۲۔ کیا انہوں نے صرف گورنر مصر کو چٹھی لکھی یا دوسرے صوبجات کے گورنروں کو بھی اگر صرف مصر کے گورنر کو چٹھی لکھی تو جرم کے لحاظ سے کوفہ اور بصرہ کے بلوائی بھی مصر کے بلوائیوں کی طرح مجرم تھے تو دوسرے گورنروں کو ایسی چٹھیاں کیوں نہ لکھیں۔

۳۔ عبداللہ بن سرح اس وقت مصر میں موجود ہی نہ تھا تو اس کے نام چٹھی لکھنا چہ معنی دارد؟

۴۔ بلوائیوں کا بیان ہے کہ قاصد کبھی سامنے آتا کبھی چھپ جاتا۔ کیا اس قسم کے قاصد یوں راستے میں چھپن چھوت کرتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اور کیا قاصد کسی ڈرامہ کا ایکٹر تھا۔ اور اتنی اہم چٹھی لے کر راستہ میں ریہرسل کر رہا تھا

۵۔ کیا بقول محمد بن مسلمہ یہ شرارت مروانؓ بن الحکم کی تھی؟ اگر ہم حضرت مروانؓ کے کردار کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مروانؓ کا مقام اس قسم کی سوقیانہ حرکات سے بہت بلند تھا۔ اور پھر اس جعل سازی میں ملوث ہونے میں مروانؓ کا کیا فائدہ تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چٹھی بلوائیوں نے لکھی تو اس پر سیدنا عثمانؓ کی مہر کیسے ثبت ہوئی۔ اس کا جواب نہایت آسان ہے اگر وہ مہر وہی تھی جو بطور خلیفہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہ چکی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی

تو اس پر جو الفاظ کندہ تھے کیا ایسے الفاظ کسی اور انگوٹھی پر کندہ نہیں ہو سکتے تھے آج آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ جعلی مہروں کے ذریعہ لوگ لاکھوں کے فراڈ کر رہے ہیں۔ اگر مہر سیدنا عثمانؓ کی ذاتی تھی تب بھی اس کی نقل تیار کرنے میں بلوائیوں کے لئے کونسا امر مانع تھا اور سب سے بڑھ کر یہ مہر والا خط کس نے دیکھا کس نے مہر کی تصدیق کی۔ یہ صرف بلوائیوں کی چیخ و پکار تھی۔ اس خط کی دید کے متعلق کسی کتاب میں کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں والعلم عند اللہ۔

سیدنا عثمانؓ کا خطبہ اور بلوائیوں کی شورش

اب ہم ان واقعات کے قریب آ گئے ہیں جو آپ کی شہادت سے ملے ہوئے ہیں۔ بلوائیوں سے طویل گفتگو کے بعد آپ نے پہلے جمعہ میں فرمایا:۔

"اللہ کی قسم اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ حسب ارشاد رسولؐ ملعون ہیں (تفصیل پہلے گذر چکی ہے) پس لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ لغزشوں کو فناہ کریں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں حکیم بن جبلہ نے ان کو بٹھا دیا اور سیدنا عثمانؓ سے مخاطب ہو کر کہا عثمانؓ! تم منبر سے نیچے اترو ہم تم کو ایک عبا پہنا کر ایک بوڑھے اونٹ پر سوار کریں گے۔ اور جس طرح تم نے بزرگوں کو شہر بدر کیا ہے ہم تم کو جبل دخان بھیج دیں گے۔ حضرت عثمانؓ جبلہ کا جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جہجاہ بن سعید غفاری جو حضرت ابو ذرؓ کے خاندان سے تھا اور بیعت رضوان میں شامل تھا کود کر منبر تک پہنچ گیا اور حضرت عثمانؓ سے خطبے کا وہ عصا چھین اپنی ران پر مار کر توڑ دیا۔ یہ وہی عصا تھا جسے نبی علیہ السلام ہاتھ میں لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد حضرات شیخین کے ہاتھوں میں رہا۔ راویوں کا بیان ہے کہ اسی روز اس کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری پیدا ہو گئی۔ اور مر گیا (حضرت عثمانؓ ڈاکٹر طٰہٰ حسین صفحہ ۲۶۲) پھر زید بن ثابت اٹھے۔ ان کو محمد بن قبترہ نے بٹھا دیا اس کے بعد بلوائیوں نے ہلہ بول دیا۔

مگر لوگوں نے ان کو مسجد سے نکال دیا۔ اب وہ باہر سے پتھر پھینکنے لگے۔ آپ ایک پتھر کی چوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو آپ کو گھر پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو لوگوں کو لڑائی سے روک دیا۔ علیؓ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ عیادت کو آئے۔

اُس وقت چند اموی معہ امیر مروانؓ بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں نے سیدنا علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا (یہ الفاظ قارئین کے لئے قابل غور ہیں۔ گذشتہ صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، ان کی روشنی میں دوبارہ ان الفاظ پر غور کیجئے) یہ سب کاروائیاں تمہاری ہیں۔ علیؓ بن ابی طالب نے کچھ جواب نہ دیا غصے میں اُٹھ کر باہر نکل گئے (ابن خلدون حصہ اول ص۲۵۶ تاریخ طبری حصہ سوم جز ۲ ص۴۵۸)

اس کے بعد بیس دن تک امیر المومنینؓ نے نمازیں پڑھائیں پھر روک دیئے گئے۔ باغیوں[1] کو محمد بن ابوبکرؓ اور حذیفہؓ کے بیٹے محمد سے جن باپ بیٹے کا پہلے ذکر ہو چکا ہے بڑی توقع تھی۔
(طبری حصہ سوم ص۴۵۵)

کوئی سید احمد تلمیذ سید نجم الہدیٰ الکھنوی اپنی تالیف شواہد الصادقین میں جو مولوی کرم دین مرحوم کی ایک کتاب کے جواب میں لکھی ہے اس کے ص۱ پر اعتراض کرتے ہوئے بحوالہ انوار نعمانیہ مطبوعہ طہران ص۱۹۶ بحوالہ استیعاب معرفت الاصحاب تصنیف یوسف بن عبد البر النمیری لکھتا ہے وکان علی یثنی علی محمد بن ابی بکر ویفضلہ لانہ کانت لہ عبادۃ واجتہاد وکان ممن حضر قتل عثمان وقیل انہ مشارک فی دمہ "حضرت علیؓ محمد بن ابی بکر کی تعریف کرتے تھے اور اس کو فضیلت دیتے تھے کیونکہ

---

[1] روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ گزر رہے تھے اور حضرت حسنؓ وضو میں مصروف تھے حضرت علیؓ نے دیکھ کر کہا وضو اچھی طرح کرو حسنؓ نے کہا کل ہی آپ نے ایک شخص کو مار ڈالا جو وضو بہت اچھی طرح کرتا تھا۔ حضرت علیؓ یہ سنکر زیادہ کچھ نہ کہہ سکے خدا عثمانؓ سے غمخواری کا جذبہ اور بڑھائے۔
(آل رقیۃ الزہرا زیر عنوان حقائق افروز مذاکرات)

وہ صاحب عبادت واجتہاد ہونے کے علاوہ قتل عثمانؓ میں حاضر اور شریک تھا۔"

امدادی فوجوں کے لئے احکام

حالات کی نزاکت کے پیش نظر آپ نے اپنے اعمال کو امدادی فوجیں بھیجنے کے لئے قاصد بھیجے مگر جب بلوائیوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے محاصرہ میں شدت پیدا کر دی یہاں تک کہ آپ قصر خلافت میں محصور ہو کر رہ گئے۔ اور مسجد نبوی میں باغیوں کے سرغنہ غافقی نے نمازیں پڑھانا شروع کر دیں۔ سیدنا علیؓ جمعہ پڑھاتے رہے۔

محاصرہ کے ایام میں آپ کا دوسرا خطبہ

اس شدید محاصرہ کے دوران ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اے اہل مدینہ! میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اُس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی اچھے کو خلیفہ بنائے (اس حال میں بھی اللہ رے رحمدلی) پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم نہیں کہ عمرؓ کے زخمی ہونے کے وقت تم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی بہترین ہستی کو مسلمانوں کا خلیفہ بنائے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ میرے سابق الایمان ہونے کو نہیں جانتے؟ اور یہ جاننے کے بعد میرے قتل پر آمادہ ہو۔ حالانکہ زانی مرتد اور قاتل بغیر حق کے علاوہ کسی کا قتل جائز نہیں یاد رکھو جب تم مجھے قتل کر ڈالو گے تو تم تلوار اپنی گردن پر رکھ لو گے پھر اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف نہیں اُٹھائے گا"۔ (ابن خلدون حصہ اول ص۵۶-۲۵۷)

اس خطبہ میں مخاطب صرف اہل مدینہ تھے مگر آپ کی باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا۔ کیوں؟

تیسرا خطبہ

آپ نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر فرمایا۔ میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں سچ سچ کہنا کیا تم جانتے ہو کہ مدینہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو میں نے اُس وقت خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا جب مسلمان پانی قیمتاً خرید کر پیتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ملک قرار نہیں دیا خود باقی مسلمانوں کی طرح پانی پیتا رہا۔ بلوائیوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔ تو آپ نے

تم مجھے اس کا پانی کیوں نہیں پینے دیتے۔ پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد تنگ تھی اور لوگوں کو نماز پڑھنے کی تکلیف تھی کیا میں نے زمین خرید کر اُسے وسیع نہیں کیا؟ بلوائیوں نے کہا ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا پھر تم مجھے اس میں نماز پڑھنے سے کیوں روکتے ہو۔ پھر آپ نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں سچ سچ کہنا کیا رسول اللہؐ نے میرے حق میں ایسا ایسا نہیں فرمایا تھا۔ بلوائیوں کے دلوں پر ان باتوں کا اثر پیدا ہوا۔ مالک بن اشتر موقع پر پہنچ گیا۔ یہ وہی مالک اشتر ہے جس نے سب سے پہلے سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہی جنگ صفین میں سیدنا علیؓ کے لشکر کا کمانڈر تھا اور اسی کے متعلق حضرت علیؓ کے الفاظ ہیں "اشتر میرے لئے ایسا ہے جیسا میں نبی علیہ السلام کے لئے تھا"، اور اس نے دوبارہ لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کے خلاف اُبھار دیا (تاریخ ابن خلدون حصہ اول صفحہ ۱۵۸)

اس قیامت خیز وقت میں عبداللہ بن عباس بطور امیر حج مکہ روانہ ہو گئے ایسے نازک موقع پر مدینہ کے کچھ لوگوں کا حج کے لئے روانہ ہو جانا بھی ایک حیرت انگیز امر ہے۔ اس کے بعد بلوائیوں نے محاصرہ میں اور شدت پیدا کر دی۔ دورِ حاضرہ کا نامور محقق ڈاکٹر طٰہٰ حسین اپنی تالیف عثمانؓ میں لکھتا ہے کہ باغیوں نے پانی روک دیا اور آپ کے گھر کے لوگ پانی کی شدت محسوس کرنے لگے ۱؎

۱؎ آج واقعہ کربلا کے متعلق پانی کی فرضی بندش کی کہانیاں سبائیوں کی دنیا سے نکل کر اہل سنت کے محراب و منبر سے نہایت رقت انگیز الفاظ میں دہرائی جا رہی ہے حالانکہ کربلا میں پانی کی بندش کی تمام کہانیاں سراسر فرضی ہیں اور محض جھوٹ، افترا، بہتان اور کذب کا پلندہ ہیں شیعہ مذہب کی تمام معتبر کتب میں کربلا میں پانی کی موجودگی ہی نہیں بلکہ فراوانی کا ذکر تفصیل سے موجود ہے یہاں چند ایک حوالہ جات پر قناعت کرتا ہوں۔

۱۔ ۷ محرم کو جب حسینؓ کے انصار پر پانی کی تنگی ہوئی تو جناب حسینؓ اپنے ہاتھ میں بیلچہ لے کر پشت خیمہ کی طرف تشریف لے گئے اور چند قدم گن کر قبلہ کی طرف چلے۔ جلاء العیون میں ۹ قدم۔ ریاض الشہادت میں ۳ قدم

(باقی اگلے صفحہ پر)

اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے گستاخی

محاصرہ کے اٹھارہویں روز بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ ہو کر آپ نے صحابہؓ اور اُمہات المؤمنینؓ سے چاہا کہ اگر ہو سکے تو میٹھا پانی بھیج دیں حضرت علیؓ نے تدبیر کر کے پانی پہنچا دیا۔ اُم المؤمنین سیدہ اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ سید الشہداء سیدنا ذوالنورینؓ کی بے بسی کا حال سُن کر کانپ اُٹھیں آپ نے تھوڑا سا پانی لیا اور خچر پر سوار ہو کر قصرِ خلافت کی طرف روانہ ہوئیں۔ پانی پہنچانے کے علاوہ ان لوگوں نے آپ کو مجبور کیا جن کی امانتیں سیدنا عثمانؓ کے پاس تھیں کہ تشریف لے جائیے اور ہماری امانتیں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) ماتین میں ۹ اقدام لکھا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے کچھ زمین کھودی۔ فوراً ایک چشمہ میٹھے پانی کا بہنے لگا۔ اس پانی کو جناب حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے پیا اور پکھالیں بھر لیں پھر چشمہ غائب ہو گیا (تصویر کربلا مصنفہ سید آل محمد صفحہ ۳۱ جلاء العیون باب ۵ صفحہ ۵۹۴ ۔ گلزار جنت صفحہ ۳ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

سیدنا حسینؓ کا ۷ محرم کو کوفہ میں موجود ہونا مجازات علی الخصم کے طور پر لکھنا پڑا ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ آپ ۹ محرم کو کوفہ پہنچے تھے (۲) ۸ محرم کے واقعات اہلبیت اور انصار پر امام حسینؓ کی پیاس کی شدت نہایت ہوئی تو امام حسینؓ کو بہت فکر ہوئی ریاض الشہادۃ جلاء العیون اور ماتین میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عباس کو حکم دیا کہ فرات سے پانی لاؤ عباس بڑی شجاعت سے بیس مشکیں بھر لائے اس لڑائی میں کوئی شخص آپ کا زخمی ہوا نہ شہید ہوا (تصویر کربلا صفحہ ۳۲-۳۳) معلوم نہیں وہ عباس کون تھے جن کے پانی لاتے ہوئے بازو کٹے اور دانتوں میں مشک اُٹھائی پھر حیران کن امر یہ ہے کہ بازو کٹ گئے مگر مشک سالم رہی غالباً لوہے کی مشک تھی۔

۳۔ دس محرم شب کو امام حسینؓ نے فرات سے پانی منگوایا۔ اور اپنے اصحاب سے فرمایا اسے پیو یہ تمہارا آخری توشہ ہے۔ اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ اور وہ تمہارے کفن ہوں گے اور خود ایک طرف ہو کر نورا (بال صفا پوڈر) لگانے لگے (جلاء العیون صفحہ ۶۳)

۴۔ ۱۰ محرم کے متعلق علی (زین العابدین) سے روایت ہے کہ موجب حکم آنجناب تیس سواروں اور بیس پیادوں کو بھیجا گیا۔ تو وہ پانی کی چند مشکیں بھر کر لائے چنانچہ آپ نے فرمایا وضو اور غسل کرو (رستر شہید اعظم صفحہ ۳۲۱ منتہی الآمال جلد اول صفحہ ۳۰۹) (۵) جب حضرت لشکر درست کر چکے تو حکم دیا بڑا خیمہ نصب کیا جائے خیمہ نصب کیا گیا کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہمیں لاکر دیجیئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سوائے حضرت اُم المومنین رضؓ کے ان حالات میں کوئی بھی قصر خلافت کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر باغی راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میں صرف چند یتیموں اور دوسرے لوگوں کی امانتیں لینے کے لئے جا رہی ہوں مگر ان ملعونوں کو ذرہ بھر شرم نہ آئی چند ایک نے آگے بڑھ کر آپ کے خچر کے منہ پر مارا۔ اور اس کی کمر کا پٹکا کاٹ لیا۔ خچر بدکا اور آپ گرنے کے قریب ہو گئیں۔ کچھ لوگ پہنچ گئے انہوں نے پٹکا باندھا اور گھر تک پہنچا دیا۔ اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ اُم المومنین رضؓ یتیم بچوں کی وصیتیں اور امانتیں حاصل کرنے آئی تھیں اور ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ بھی لائی تھیں (ابن خلدون حصہ اول ۵۵۸)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحے سے آگے) ٹپے طشت میں مشک حل کیا جائے چنانچہ حل کیا گیا تو آپ خیمہ کے اندر نورا ابال صفا پوڈر لگانے گئے۔ عبدالرحمن بن عبداللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپ کے بعد نورا وہ لگائیں اور بریر کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں۔ جب آپ نورا لگا چکے تو سب انصار نے اندر جا کر نورا لگایا (طبری جلد ۲ صـ۲۵۲ طبع دکن)

۶۔ مشہور شیعہ مورخ امیر علی لکھتا ہے کہ جب آپ میں بے رحم دشمنوں سے مقابلہ کی سکت نہ رہی تو تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا (ہسٹری آف دی ساسینز طبع لندن باب صـ۸۶ سطر ۶۔

۷۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ دس محرم آپ لڑتے بھڑتے فرات تک پہنچ گئے اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا (جلاء العیون)

اب ذرا دنیائے شیعیت کی روایاتی قلابازی ملاحظہ ہو۔

۸۔ امام زخمی تھے اس حالت میں مخالف فوج کو آواز دی کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ تشنہ کو پانی پلا دے۔ ابن سعد کی فوج سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی تھی کہ لیجیے اور پیجیے امام اس کو خدا کی قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمہ کی طرف لے گئے امد لیعقوب کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکلا یہ دکھا کر درویش سے فرمایا ہم پانی کے محتاج نہیں صرف ان ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں (خلاصۃ المصائب صـ۱۲۳)

مصنف خلاصۃ المصائب نے عجیب ڈرامہ پیش کیا ہے اکیلا امام دشمن کی فوج کے ایک آدمی کو ہمراہ لے کر کنواں کھودتا ہے اور پانی نکالتا ہے مگر دشمن چاروں طرف کھڑے گویا تماشا دیکھ رہے تھے

(باقی اگلے صفحہ پر)

محاصرہ کی شدت کے بعد اکثر صحابہ رضؓ گوشہ نشین ہو گئے۔ اگر کوئی نکلتا بھی تو تلوار لے کر نکلتا مدینۃ النبیؐ کا امن و سکون غارت ہو گیا۔ باغی شہر کے گلی کوچوں میں دندناتے پھرتے تھے خونریزی عام ہو گئی اس حالت میں بھی ضعیف العمر خلیفہ کوہ وقار بنا بار بار کھڑکی سے سر نکال کر باغیوں کو نصیحتیں کرتا اور فتنہ و فساد سے بچنے کی تاکید کرتا رہا اللہ کی آیات اور رسولؐ کی احادیث اُنہیں یاد دلاتا رہا مگر باغی سخت جواب دیتے ربقول طبری محاصرہ کی مدت ۴۹ روز ہے (تاریخ طبری حصہ سوم خلافت راشدہ)

اس حساب سے اندازہ لگائیے کہ اگر محاصرہ کے اٹھارہویں روز ہی آپ پانی کی شدت محسوس کرنے لگے تھے تو باقی ۳۱ روز میں آپ پر آپ کے کنبہ پر کیا گذری ہو گی۔ اور کیا قصر خلافت میں صرف آپ اور آپ کی زوجگان تھیں۔ معلوم نہیں کتنے یتیم، لاوارث بیوائیں اور فقراء مساکین اس مکان میں موجود تھے۔ کتنے شیر خوار بچے تھے اور کتنے بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر ہلاک ہوئے اور پھر سیدنا عثمان رضؓ کی آنکھوں کے سامنے جس شخص کی فیاضی حیا، عصمت، رحمدلی اور رقت قلب دنیائے اسلام میں مسلمات کا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحے سے آگے) پھر امام پانی نکالتا ہے مگر خود پیتا ہے نہ اپنے کنبہ کی پیاسی عورتوں کو پانی پینے کے لئے دیتا ہے اور نہ امام کو شیر خوار بچوں کی حالت پر رحم آتا ہے اور انہیں پیاس سے تڑپتا دیکھ کر بھی ان پر رحم نہیں کرتا۔ یا للعجب۔ بہرحال شیعہ مذہب کی یہ چیستانی روایات ایک کچھ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

تاریخی روایات سے یہی معلوم ہوا ہے کہ آپ ۹ محرم کو کوفہ کے مضافات میں پہنچے اور بحث و تمحیص کے بعد امیر یزیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے کوفہ سے باہر ہی دمشق کی جانب روانہ ہو کر کربلا کے مقام پر پہنچ کر شب باشی کے لئے قیام پذیر ہوئے۔ مگر جن شیعان علی رضؓ نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا تھا اُنہیں خوف پیدا ہوا کہ دمشق پہنچ کر آپ ہماری چغلیاں پیش کریں گے تو ہماری خیر نہیں اس ڈر سے اچانک حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ اس سے پہلے یہی لوگ جمل و صفین کے معرکوں میں عین ایسے وقت میں کہ صلح کی گفتگو مکمل ہو چکی تھی اچانک لڑائی چھیڑ کر اسی ہزار فرزندانِ توحید کی شہادت کا سبب بن چکے تھے۔

مقام رکھتی تھیں۔ آپ کے قلبِ رحیم وکریم پر ان بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر جان دینے والوں کی طرف دیکھ دیکھ کر کیا گذرتی رہی ہو گی۔

حالات انتہا کو پہنچ گئے

جب حالات انتہا کو پہنچ گئے تو بنو اُمیہ کے چند دلیر نوجوان اور مہاجرین وانصار کے چند جوان مسلح ہو کر قصرِ خلافت میں پہنچ گئے۔ ان میں عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، حسنؓ وحسینؓ پسران علیؓ اور محمدؓ بن طلحہؓ بھی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے عبداللہؓ بن زبیرؓ کو ان کا امیر بنا کر حکم دیا کہ ہرگز لڑائی نہ کرنا اور اس ارادہ پر پختہ رہنا (حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ص ۲۶۲، ۲۶۳)

بقول ابن سعد ان کی تعداد سات سو تھی اس کے بعد سیدنا عثمانؓ نے سیدنا علیؓ کو بلایا دیگر ممتاز صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں صرف سیدنا علیؓ کو اس لئے بلایا ہو گا کہ باغیوں پر صرف ان کا اثر تھا) اور کہا آپ ان لوگوں کے پاس جائیں اور انہیں سمجھائیں کہ وہ اس حرکت سے باز آ جائیں آپ انہیں اس بات کا یقین دلائیں کہ میں ان سے الفائے عہد کروں گا اس پر سیدنا علیؓ ان کے پاس گئے۔ اور فرمایا اے لوگو! تم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا وہ پورے کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے وعدہ کیا ہے۔ اس پر بلوائیوں نے جواب دیا آپ ان سے پختہ عہد لے کر آئیں۔ حضرت علیؓ نے واپس آکر تمام صورتِ حال سے مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر دیں بڑی بحث و تمحیص کے بعد تین دن کی مدت مقرر ہوئی۔ حضرت عثمانؓ سے ایک معاہدہ لکھوایا گیا کہ تین دن کے اندر اندر تمام شکایتیں رفع کر دی جائیں گی۔ اور جو حاکم انہیں ناپسند ہیں انہیں برطرف کر دیا جائے گا۔ اس معاہدے پر معزز مہاجرین اور انصار کو گواہ مقرر کیا گیا اور معاہدہ کی تحریر کے بعد جو چند اصحاب اپنے طور پر قصرِ خلافت پر پہرہ دے رہے تھے مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(طبری حصہ دوم خلافتِ راشدہ حصہ سوم ص ۸۰۔ ۸۱م)

مدینہ کے لوگوں نے مدد کیوں نہ کی

ابن سعد لکھتا ہے کہ اصحاب نبیؐ نے اگر حضرت عثمانؓ کی مدد نہیں کی تھی۔ تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ قتل وخونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے

اصل بات یہ تھی کہ وہ اس گمان میں تھے کہ معاملہ قتل تک نہیں پہنچے گا۔ پھر انہوں نے ان کے معاملہ میں جو کچھ کیا اس پر نادم ہوئے۔ میری جان کی قسم اگر صحابہؓ اٹھتے یا ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر باغیوں کے منہ میں صرف مٹی ہی جھونک دیتا تو وہ ضرور ذلت کے ساتھ واپس ہو جاتے (طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۱۹۳)

اقول :۔ ابن سعد نے بڑی پتے کی بات کی ہے۔ مگر وہ اس بات کو گول کر گیا کہ اٹھارہ سو بلوائی اور مدینہ کے چند سو کمینہ صفت لوگ کس طرح اتنی بڑی جرأت کر سکتے تھے۔

شہادتِ ذوالنورینؓ کے پیچھے دراصل وہی عوامل کارفرما تھے جو سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کا موجب بنے یہ ایک سازش تھی اور عظیم سازش تھی جسے مدینے کے چند بڑے لوگوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس مقام پر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آپ مدینہ النبیؐ میں قتل وخونریزی پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس بات سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا گیا کہ آپ مدافعانہ کوششوں کو بھی ترک کر چکے تھے حالانکہ گذشتہ صفحات میں آپ کا ایک خطبہ قارئین کی نظروں سے گذر چکا ہے جس میں آپ نے مدینہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے اپنی مدد کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی یہ سچا ہے کہ آپ چھ دفعہ سے زیادہ کے مبشر بالجنۃ تھے۔ آپ کا وقار، متانت، عالی حوصلگی اور حسنِ ظن با جذبہ ترحم اس مقام کا حامل تھا جہاں کسی قسم کی جلد بازی کا طائرِ تخیل بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے آپ صبر، حوصلہ، بردباری اور تحمل سے چاہتے تھے کہ یہ لوگ فساد سے باز آ کر ان حرکات سے باز آ جائیں۔ آپ کے مترحمانہ جذبات نے فتنہ پرور لوگوں کو فتنوں کی پخت و پز کے لئے مواقع فراہم کئے۔ اس طرح صحابہ کرامؓ کا وہ گروہ جو ہر قیمت پر آپ کا دفاع کرنا چاہتا تھا خاموش بیٹھ رہنے پر مجبور ہو گیا۔

عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد

تین روز کی مہلت کا عہد نامہ مرتب ہو گیا اور ہنگامہ ذرا ٹھنڈا پڑا تو خبریں آنے لگیں کہ شام سے معاویہؓ، کوفہ سے قعقاع اور بصرہ سے مجاشع امدادی فوجیں لے کر روانہ ہو چکے ہیں

بلوائیوں نے جب دیکھا کہ امدادی فوجیں پہنچ جانے اور حج سے لوگوں کے واپس آ جانے پر ہم اپنے منصوبہ میں صرف ناکام ہی نہیں رہیں گے بلکہ چکّی کے دو پاٹوں کے درمیان جا ئیں گے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے قصرِ خلافت پر ہلّہ بول دیا۔

شہادت | آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

حسین بن عیسٰی کے والد راوی ہیں کہ ایام تشریق کے بعد بلوائیوں نے قصرِ خلافت کو گھیرے میں لے لیا۔ سیدنا عثمانؓ نے ایک بار پھر کوشش کی کہ یہ لوگ ٹل جائیں چنانچہ آپ نے اپنے مخصوص حضرات کو بُلا بھیجا۔ اس وقت نیارؓ بن عیاض نامی ایک بوڑھے صحابی آپ سے مصروف گفتگو تھے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھیوں میں سے غالباً کثیر بن الصلت کے تیر سے مارے گئے۔ بلوائیوں نے باہر سے قصاص کے نعرے لگانے شروع کئے (معلوم ہوتا ہے کہ نیار بھی بلوائیوں کے شریک کار تھے اور ان سے سیدنا عثمانؓ کی شان میں کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہوگی کہ کثیر بن الصلت کے تیر کا نشانہ بن گئے اور پھر بلوائیوں کا نیار بن عیاض کا قصاص طلب کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ نیار بلوائیوں کے ساتھی تھے اور حضرت عثمانؓ کے پاس بلوائیوں کے فرستادہ کے طور پر آئے تھے (مولف)

مگر آپ نے فرمایا میں اُس آدمی کو تمہارے حوالے کیسے کر سکتا ہوں جس سے میری حفاظت کرتے ہوئے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے جبکہ تم میرے قتل پر آمادہ ہو۔ (طبری حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ دوم صفحہ ۹۲)

اب حالات زیادہ سنگین ہو گئے چنانچہ حضرت مروانؓ، حضرت سعیدؓ بن العاص اور حضرت مغیرہؓ بن اخنس ثقفی اپنے اپنے لوگوں کو لے کر مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

شہید اور زخمی | مغیرہؓ بن اخنس عبداللہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے رفاعہ بن رافع انصاری نے حضرت مروانؓ کو اپنی دانست میں قتل کر دیا۔ مگر وہ

بچ نکلے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ بھی شدید زخمی ہوئے۔ قصرِ خلافت کے محافظ پیچھے ہٹتے ہٹتے ڈیوڑھی تک پہنچ گئے۔ ڈیوڑھی میں زیادؓ بن نعیم فہری اور چند دیگر آدمی شہید ہو گئے۔ بلوائیوں نے ڈیوڑھی میں آگ لگا دی۔ جنگ اندر پہنچ گئی اور آپ کے ساتھی بھاگ بھاگ کر گلیوں کی طرف بھاگنے لگے اور گھر میں صرف سیدنا عثمانؓ اور ان کے گھر والے رہ گئے جب بلوائی اندر پہنچے تو آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اللہ اللہ! کس قدر تحمّل سکون، اطمینان کا حامل ہے وہ عظیم انسان۔ کہ چاروں طرف قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے مگر وہ رجلِ عظیم یہ جاننے کے باوجود کہ بلوائی مجھے قتل کرنے کے بغیر ٹلنے والے نہیں نہایت سکون سے تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتا ہے۔

ایک خواب:۔ اسی شب آپ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی کہ آج رات آپ ہمارے ساتھ افطار کریں گے (طبری حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ ۲۵۲ - ۹۹۵ھ)

آپ جب اس آیت پر پہنچے اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل تو مخاطب ہو کر فرمایا نبی علیہ السلام نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔ اتنے میں سیدنا ابوہریرہؓ کسی طرح اندر پہنچ گئے اور کہا یا قوم مالی ادعوکم الی النجاۃ وتدعوننی الی النار۔ اے لوگو! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

(ابن خلدون حصہ اوّل رسول و خلفائے راشدین صفحہ ۲۵۹)

آپ کے کمرے میں کون کون لوگ داخل ہوئے اور آپکی شہادت | بقول ابن سعد سب سے پہلے ایک آدمی آپ کے کمرے میں داخل ہوا جو شکل کو بیٹھے دیکھتا اور دیکھ کر چلا گیا۔ پھر سیدنا علیؓ کا پروردہ یعنی محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کے ہمراہ آیا اور آپ کی داڑھی پکڑ لی اور اُسے کھینچا جس سے داڑھیں گرنے کی آواز سُنی گئی۔ آپ نے اُسے فرمایا اے بھتیجے میری داڑھی چھوڑ دے اے بھتیجے میری داڑھی

چھوڑ دے (طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۱۹۲)

محمد بن ابوبکرؓ کو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو میرے اس بڑھاپے کی قدر کرتا۔ محمد بن ابوبکرؓ یہ سنکر شرمندہ ہوا اور داڑھی چھوڑ کر چلا گیا۔ (ابن خلدون)

مگر ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے داڑھی چھوڑ کر سر میں برچھی ماری اس وقت آپ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور خونِ مقدس سے یہ کلمات خون آلود ہو گئے۔ کنانہ بن بشر بن عتاب نے برچھی کے وار کئے جو آپ کے حلق تک پہنچ گئے پھر تلوار لے کر آپ پر چڑھ گیا اور شہید کر دیا (طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۱۹۲) ایک روایت کے مطابق حمران الراوی نے آپ کو شہید کیا۔

زبیرؓ بن عبداللہ راوی ہے کہ جب کنانہ نے آپ کو زخمی کیا تو آپ نے فرمایا بسم اللہ۔ خون آپ کی داڑھی پر ٹپک رہا تھا۔ قرآن سامنے تھا آپ نے بائیں پہلو پر تکیہ لگا لیا اور زبان پر سبحان اللہ العظیم تھا ٹپکتا ہوا خون فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر جا کر رک گیا۔ آپ نے قرآن بند کر دیا۔ آپ کے ایک حبشی غلام نے کنانہ پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔

ابن خلدون کہتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کا ناخلف بیٹا بھی واپس آ گیا تھا۔ سودان بن حمران قتیرہ اور غافقی نے آپ پر حملہ کیا آپ کی زوجہ نائلہ نے وار روکنے کے لئے ہاتھ آگے کیا تو ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے ایک نے سودان پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور دوسرے غلاموں نے قتیرہ کو قتل کر دیا غافقی نے لات مار کر قرآن پرے پھینک دیا۔ کلثوم تجیبی نے سیدہ نائلہ کے سر سے چادر چھین لی۔ عصر کا وقت تھا کہ یہ آفتاب رشد و ہدایت، منبع جود و سخا، پیکر حلم و رضا نہایت بے بسی اور بے کسی کی حالت میں انتہائی شقاوت و قساوت سے اکتیس دنوں کی بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال خالق حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

(ابن خلدون حصہ اول خلفائے راشدین ص ۲۰۲)

اس کے بعد بلوائی لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔

مُدّتِ خلافت

عبداللہؓ بن عمرو بن عثمانؓ سے مروی ہے کہ یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ عصر کے بعد شہید کر دیئے گئے۔

آپ کی جائیداد

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ راوی ہیں کہ شہادت کے وقت ان کے خزانہ دار کے پاس پینتیس لاکھ درہم۔ ڈیڑھ لاکھ دینار۔ ایک ہزار اونٹ براد لیس، خیبر اور وادی القرای میں دو لاکھ دینار کی قیمت کے صدقات تھے۔ بلوائیوں نے سب کا سب مال لوٹ لیا۔

تدفین

آپ کا جنازہ شبِ شنبہ کو مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اُٹھایا گیا جنازہ کے ساتھ جبیرؓ بن مطعم، حکیمؓ بن حزام، ابو جہمؓ، حذیفہؓ اسعدی اور نیارؓ بن المکرم تھے جبیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نائلہؓ بنت الفرافصہ چراغ لئے ہمراہ تھیں اور آپ کی دوسری بیوی ام البنینؓ بنت عیینہ بھی ساتھ تھیں۔ عبداللہ بن البہی کی روایت کے مطابق آپ کے جنازے پر سولہ آدمی تھے۔

ربیع بن مالک اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ ہمیں کبھی جنازہ کے ساتھ تھا ہمیں باغیوں کا بڑا خوف تھا یہاں تک کہ ہم نے اُنہیں حش کوکب (پھولوں کی پھلواری) میں سپرد خاک کر دیا۔ حضرات علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ آج جو یہ بات زبان زد خاص و عوام ہے کہ آپ کو یہود کے قبرستان میں دفن کیا گیا یہ بھی سبائیت زدہ ذہنوں کی اختراع ہے حش کوکب کے معنی ہیں پھولوں کی پھلواری وہ باغیچہ جنت البقیع کے ایک کنارے پر واقع تھا اور سیدنا ذوالنورینؓ کی ذاتی ملکیت تھا۔ یہود تو شہادت ذوالنورینؓ سے ۲۵-۳۰ سال پہلے مدینہ سے خارج البلد کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں اگر کسی وقت ان کا قبرستان موجود بھی تھا تو وہ اس عرصہ میں ملیا میٹ ہو چکا تھا۔ یہ حش کوکب بعد میں جنت البقیع کا ایک حصہ بن گیا۔

یہاں ایک امر قابل غور ہے کہ تمام مورخین کو قاتلین عثمانؓ کے نام معلوم ہیں مگر کیا حضرت علیؓ کو ان کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ حالانکہ وہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا۔

اگر سیدنا علیؓ سربراہِ خلافت ہوتے ہی ان گنتی کے لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیتے تو آپ کی باقی زندگی بھی امن سے گذرتی اور وہ اس طرح ترقی کر کے ہزاروں کی تعداد میں بڑھ کر ان کی شہادت کا موجب نہ بنتے اور آگے چل کر سیدنا حسنؓ کو ذلیل کرنے کا سبب بھی نہ بنتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آگے چل کر سیدنا حسینؓ کے قتل کا سبب نہ بنتے۔

آج امیر یزیدؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُس نے قاتلین حسینؓ سے قصاص کیوں نہ لیا۔ مگر آج تک اس طرف کسی نے توجہ نہ کی کہ سیدنا علیؓ نے قاتلین عثمانؓ سے قصاص کیوں نہ لیا۔ یزیدؒ نے تو قاتلین حسینؓ کو دربار سے دھکے دے کر نکال دیا تھا مگر سیدنا علیؓ نے اُنہیں بڑے بڑے عہدے تفویض کیے۔

مبشر بالجنہ سیدنا ذوالنورینؓ کی اپنی شہادت کے متعلق بشارتیں

نافع سے مروی ہے کہ عثمانؓ بن عفان جس روز شہید کیے گئے اسی روز صبح اپنے ہمراہیوں سے وہ خواب بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا انہوں نے کہا میں نے گذشتہ شب رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان! تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے روزے کی حالت میں صبح کی اور اسی روز شہید کر دیئے گئے۔

کثیر بن الصلت الکندی سے مروی ہے کہ عثمانؓ اس روز سوئے جس روز قتل کر دیئے گئے۔ اور وہ جمعہ کا دن تھا جب وہ بیدار ہوئے تو کہا کہ اگر لوگوں کے یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عثمانؓ نے آرزوئیں کیں (یعنی خیالی پلاؤ پکایا) تو میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو نیکی دے آپ بیان کیجئے ہم اور لوگوں کے قول پر نہیں ہیں۔ فرمایا میں نے عالم رویا میں رسول اللہؐ کو دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز ہم لوگوں میں موجود ہو گے۔

زوجہ عثمانؓ جو راوی کے خیال میں بنت الغرافصہ تھیں مروی ہے کہ عثمانؓ کسی قدر سو گئے۔ بیدار ہوئے تو کہا: قوم مجھے قتل کرے گی۔ میں نے کہا امیر المؤمنین ہرگز نہیں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خواب میں دیکھا ہے ان

حضرتؐ نے فرمایا آج شب کو تم ہمارے پاس روزہ افطار کرنا (طبقات ابن سعد حصہ سوم نمبر ا)

یہاں پہنچکر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اگر کسی ایک آدمی نے کچھ لکھا بھی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ لوگ اب ان کی زندگی سے اُکتا گئے تھے یعنی ستر سال کی عمر میں آپ خلیفہ بنے اور بارہ سال خلافت کرتے گذر گئے تو یہ کوئی جواب نہیں یہ محض ایک اٹکل پچو قسم کی تاریخی خلا میں خانہ پُری ہے۔

اصل حقائق جنہیں باوجودیکہ مختلف تاریخی روایات کی تائید حاصل ہے اُن سے انحراف کر کے مورخین نے "مشاجرات صحابہؓ" کی آڑ میں پہلو بچا کر نکل جانے کی کوشش کی ہے حقائق، حقائق ہیں اور اپنی جگہ اٹل ہیں۔ گذشتہ صفحات کے بین السطور میں اس قسم کے اشارات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض مقامات پر تاریخی نظائیر اور شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی شہادت سے پہلے زیر زمین جس سازش نے جنم لیا تھا وہ حالات کے مطابق آگے بڑھتی رہی پھیلتی پھولتی رہی اور جب صحابہ کرامؓ میں سے ہی چند ایک کی اُنہیں تائید حاصل ہو گئی تو وہ سازشی کھل کر سامنے آ گئے۔ بعض نازک طبع لوگوں پر میرے یہ الفاظ گراں گذریں گے کیا میں ان سے یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ کعبؓ بن احبار نے کس بنا پر سیدنا فاروق اعظمؓ کو کہا تھا کہ تین دن تک آپ شہید ہو جائیں گے۔ حذیفہؓ نے کس بنا پر ایسے ہی کلمات آپ سے کہے تھے۔ سازشی محاصرہ کے ایام میں کیوں بار بار حضرت علیؓ کو ثالث بناتے رہے۔ سیدنا عثمانؓ کے سامنے بھری مجلس میں حضرت علیؓ کو کیوں کہا گیا کہ یہ سب سازش تمہاری ہے اور آپ حالتِ غیض میں مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ قصرِ خلافت کے محاصرہ کے وقت آپ نے بلوائیوں سے کیوں میل ملاپ رکھا۔ جبکہ ہمیں قصرِ خلافت میں باقی صحابہ کرامؓ میں سے اکثر کے نام ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سیدنا عثمانؓ کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے انہی باغیوں کے کہنے پر منصب خلافت قبول کیا اور انہی کے کہنے پر مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دارلامارت بنایا اور خلافت کا تمام زمانہ اُنہیں ہی اپنا مشیر بنائے رکھا۔

اب ہم اسی المیہ کو دوسرے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ محاصرہ کی مدت ۴۹ روز بیان کی جاتی ہے۔ باغی بصرہ، کوفہ اور مصر سے جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقامی گورنروں کو معلوم تھا جس جس راستے سے وہ لوگ گذرے ہلڑ بازی مچاتے ہوئے گذرے۔ گویا تمام ملک کو معلوم تھا کہ یہ لوگ سیدنا عثمانؓ کے خلاف مدینہ جارہے ہیں۔ مگر نہ تو مقامی گورنروں نے توجہ کی نہ عام لوگوں نے کوئی نوٹس لیا۔

عبداللہ بن سعد گورنر مصر نے امیر معاویہؓ کو مطلع کیا۔ ابوموسیٰ اشعری کو کوفی باغیوں کی روانگی کا علم تھا۔ عبداللہ بن عامر کو بھی معلوم تھا۔ مگر کسی گورنر نے باغیوں کو روکنے کی کوشش نہ کی حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس پوری مملکت فتح کرنے کی طاقت تھی۔ پھر سیدنا عثمانؓ خود بھی انہیں خط لکھ کر بلاتے ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی لشکر لے کر مدینہ نہیں پہنچا اگر کسی نے چند افراد پر مشتمل کوئی دستہ فوج بھیجا تو وہ اس وقت پہنچا جب خلیفہ مظلوم کو شہید ہوئے کئی دن گذر چکے تھے۔ اور پھر اکٹھے ہو کر حج کے لئے روانہ ہوتے تھے اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ بات ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ جو امیر حج تھے انہوں نے حج کے موقع پر تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے سامنے وہ خط پیش کیا جس میں آپ نے اپنا معاملہ اور صفائی پیش کی تھی۔ طبری نے یہ تمام خط نقل کیا ہے یہ خط تمام لوگوں نے سُنا مگر ایک بھی خلیفہ کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔

ان تمام امورات کو تقریباً تقریباً مورخین نے بیان کیا ہے مگر اس کی وجہ کسی نے پیش نہیں کی خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی۔ یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو رفض کے ذریعہ عالم اسلام میں سرایت کرتا ہوا ان حقائق کے چہرے سے نقاب کشائی میں مانع ہوتا آرہا ہے۔

خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی

عالمِ اسلام اس وقت دو دھڑوں میں بٹ چکا تھا۔ عوام اور سادہ لوح مسلمان سبائیت کے پروپگنڈہ سے متاثر ہو کر خلیفہ مظلوم سے بدظن ہو چکے تھے دوسرے وہ لوگ جن کے ہاتھ میں طاقت تھی مگر سبائیت کی قریہ قریہ بستی بستی اور شہر شہر میں پہنچی ہوئی دسیسہ کاریوں کو محض یک

معمولی سی وقتی شورش سمجھتے تھے۔ تمام عمال اور ذمہ دار قسم کے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مٹھی بھر شورش پسند مدینہ میں پہنچتے ہی ختم کر دئے جائیں گے۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ مدینۃ النبیؐ میں بھی ان کے درپردہ حمائتی اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں جو اچھی خاصی اہمیت کے حامل اور اچھی خاصی طاقت کے مالک ہیں۔

خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد اور خاص کر سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں کی بیعت کرنے کے بعد حقیقت حال سامنے آئی تو تمام اپنے اپنے مقام پر کفِ افسوس ملنے لگے کہ ہماری معمولی سی سستی اور تساہل نے دنیا کے بے مثل فیاض، رحیم، کریم اور مجسمہ ایثار انسان کو ہم سے چھین لیا ہے یہی وجہ تھی کہ اجل صحابہؓ میں سے سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہ کی اگر اس ضمن میں سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ کی بیعت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے تو وہ بیعت تلواروں کے سائے میں لی گئی اور جب انہیں موقع ملا وہ مدینے سے چل نکلے۔

میری ان سطور پر بعض لوگ ضرور ناک بھوں چڑھائیں گے اور خصوصی طور پر خلافت وملوکیت کے مصنف کی قسم کے لوگ یا ان کی آنکھ سے دیکھنے والے اور ان کے ہمنوا قسم کے لوگ۔ مگر میں ان سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ خود خالی الذہن ہو کر ان واقعات و اسباب کا تجزیہ کریں۔ انشاء اللہ انہیں صاف نظر آئے گا کہ حق اسی بات کے ساتھ ہے جو راقم نے بیان کی ہے۔

کیا سیدنا ذوالنورینؓ کو اپنے قاتلوں کا علم تھا

حضرت سیدنا ذوالنورینؓ کو اپنے قاتلین کے متعلق علم تھا چنانچہ آپ کا وہ آخری خط جو سیدنا ابن عباسؓ کے ہاتھ مکہ میں حاجیوں کے نام بھیجا تاریخ کی تمام کتب میں موجود ہے۔

آپ نے لکھا: میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنھیں خلافت کی طمع ہے یا جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے نماز سے روکدیا ہے اور میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔

سازشیوں کے متعلق خلافت کی طمع کا تصور نہایت محکم عقلی ہے۔ یہ سب پاپڑ تو نبی اکرمؐ کی وفات سے لے کر سریر آرائے خلافت ہونے تک صرف علیؓ پیلتے رہے۔

سیّدنا عثمانؓ پر اعتراضات

سیدنا عثمانؓ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانے کے عاملوں کو الگ کر کے اموی یعنی اپنے کنبہ کے افراد کو عامل مقرر کیا۔ میں ببانگِ دہل ان عقل کے اندھوں اور بصیرت سے محروم لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا تم نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس کا ثبوت تم کسی تاریخ کی کتاب سے بہم پہنچا سکتے ہو؟ اور آیا جو کچھ تم نے لکھا ہے اپنے ایمان اور وجدان کو حاضر ناظر رکھ کر لکھا ہے؟ یا تمہارے دین و ایمان، رفض و سبائیت کے ہاتھوں میں اس حد تک گروی ہو چکے ہیں کہ تمہارے پاس انسانیت و شرافت کی قسم کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ میں یہاں ان عاملین کی فہرست پیش کر رہا ہوں جو سیدنا فاروق اعظمؓ کے مقرر کردہ تھے اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے اور پھر میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے سوا جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ سے دمشق کے گورنر تھے ایک بھی اموی نہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی امویوں کو اہم عہدوں پر فائز فرمایا تھا۔

۱۔ نافعؓ بن عبدالحارث خزاعی جو غیر قریشی تھے اور مکّہ کے گورنر تھے۔
۲۔ سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی تھے اور طائف کے گورنر تھے۔
۳۔ یعلیؓ بن منیہ بنی نوفل کے خلیف تھے اور صنعا کے گورنر تھے۔
۴۔ عبداللہؓ بن ابی ربیعہ مخزومی تھے اور جند کے گورنر تھے۔
۵۔ مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی کوفہ کے گورنر تھے۔
۶۔ ابو موسیٰؓ اشعری بصرہ کے گورنر تھے۔
۷۔ عمروؓ بن عاص بنی سہم میں سے تھے جو مصر کے گورنر تھے۔
۸۔ عمیرؓ بن سعد انصاری حمص کے گورنر تھے۔

۹۔ عبدالرحمانؓ بن علقمہ کنانی فلسطین کے گورنر تھے۔
۱۰۔ عثمانؓ بن ابی عاص ثقفی بحرین اور اس کے مضافات کے گورنر تھے۔

(حضرت عثمانؓ مصنفہ ڈاکٹر طہٰ حسین)

دراصل شیعیت کی دسیسہ کاریوں کا کابوس اس طرح ذہنوں پر سوار ہو چکا ہے کہ آج اس کذب و بہتان کے بحر ذخّار سے صداقت کے موتی چننے کے لئے جس غواصی کی ضرورت ہے وہ رفض نے ہمارے ذہنوں سے چھین لی ہے۔

عثمانؓ! تجھ پر ریت کے ذرّوں، سمندروں کے قطروں، درختوں کے پتوّں بارش کے قطروں آسمان کے ستاروں سے اضعافاً مضاعفہ درود و سلام!

عثمانؓ! اسلام اور مسلمانوں پر تیرے جو احسانات ہیں ہم قیامت تک ان احسانات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

عثمانؓ! تیری مظلومانہ شہادت پر ہماری آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی رہیں گی۔

شہادت کے بعد:۔

- عبداللہ بن حکیم سے مروی ہے کہ عثمانؓ کے بعد میں کبھی کسی خلیفہ کے قتل میں شامل نہیں ہوں گا۔ پوچھا گیا اے ابو سعید آپ حضرت عثمانؓ کے قتل میں شامل تھے۔ فرمایا کہ میں ان کے عیوب کا تذکرہ بھی معاونت قتل سمجھتا ہوں۔
- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر سب لوگ قتل عثمانؓ پر متفق ہو جاتے تو ان پر قوم لوطؑ کی طرح پتھر برسائے جاتے۔
- زاہد الجرمی سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے خطبہ سنایا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ نہ کیا تو ضرور ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے۔
- میمون بن مہران سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ قتل کئے گئے تو حذیفہؓ نے

کہا اس طرح را اپنے ہاتھوں کا حلقہ بنایا یعنی دسوں انگلیوں کے سروں کو ملایا) اسلام میں شگاف کئے جائیں گے۔ ایک شگاف ایسا ہو گا جسے پہاڑ بھی پُر نہیں کر سکے گا۔

- ابو قلابہ سے مروی ہے کہ جب ثمامہ بن عدیؓ کو جو صنعا کا امیر تھا اس سانحہ کی خبر پہنچی تو بہت رد یا اور پھر کہا۔ یہ اس وقت ہوا جب خلافت نبوت اُمت سے چھین لی گئی۔ اور جبری سلطنت ہو گئی کہ جس نے جس چیز کو پایا وہی اُس سے کھا گیا۔ یہ روایت دو طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔
- یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ قتل کئے گئے تو ابو سعید الساعدیؓ نے جو بدری تھے کہا اے اللہ میرے ہی لئے مجھ پر واجب ہے کہ میں ایسا نہ کروں۔ اور نہ ہنسوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔
- ابو صالح سے مروی ہے کہ عثمانؓ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا جب اس کا ذکر کیا جاتا تو ابو ہریرہؓ رو اُٹھتے۔ گویا میں اُن کو ہائے ہائے کہتے ہوئے سُن رہا ہوں اور اُن کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔
- زیدؓ بن علیؒ سے مروی ہے کہ زیدؓ بن ثابت یوم الدار میں عثمانؓ پر روتے تھے
- اسحاق بن سوید نے کہا مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جس نے حسان بن ثابت کو یہ کہتے سُنا۔

وکان اصحاب النبی عیشۃ	گویا اصحاب النبیؐ عشاء کے وقت قربانی کے اونٹ ہیں
بدون تنحر عند مات المسجد	جو مسجد کے دروازہ کے پاس ذبح کئے جاتے ہیں میں
ابکی ابا عمرو نحق بلا شد	ابو عمر پر ان کے حسن امتحان پر روتا ہوں جس نے
امسی دھنیا فی البقیع الغرقد	اس حالت میں شام کی کہ وہ بقیع الغرقد میں مقیم تھا

- مالک بن دینار سے مروی ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے قتل عثمانؓ کے دن عبداللہؓ بن سلام کو کہتے سُنا کہ آج عرب ہلاک ہو گئے۔
- طاؤس سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ قتل کئے گئے تو عبداللہؓ بن سلام سے

پوچھا گیا کہ اہل کتاب اپنی کتب میں عثمانؓ کے متعلق کیا پاتے ہیں انہوں نے کہا ہم قیامت کے روز انہیں قاتل اور تارک نصرت پر امیر پاتے ہیں۔

- خالد الربعی سے مروی ہے کہ اللہ کی مبارک کتاب میں ہے کہ عثمان بن عفان اپنے دونوں ہاتھ اللہ کی طرف اُٹھا کر کہتے ہیں کہ اے میرے پروردگار مجھے تیرے مومن بندوں نے شہید کیا۔ چنانچہ سیدنا حسنؓ نے ایک روز کوفہ کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنا ایک خواب اس طرح بیان کیا۔ "میں دیکھتا ہوں کہ حضور صادق و مصدوقؐ عرشِ عظیم کا ایک پایہ پکڑ کر کھڑے ہیں کہ صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور آنحضرتؐ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر فاروق اعظمؓ تشریف لائے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں عثمانؓ اس حالت میں پہنچ گئے کہ اپنا سر دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کہہ رہے تھے اے اللہ العالمین اپنے بندوں سے پوچھ کہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے اتنے میں دیکھتا ہوں کہ عرش تھرا گیا اور اس میں سے دو پرنالے زمین کی طرف خون کے جاری ہو گئے" لوگوں نے سیدنا حسنؓ کا یہ خطبہ سنکر سیدنا علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے سُن لیا کہ حسنؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حسنؓ وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے۔
- جریر بن حازم نے محمد بن سیرین کو کہتے سُنا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تم لوگوں نے اُنہیں برتن کی طرح مانجا (یعنی ان کا تمام مال سے کر کھا لیا) پھر انہیں قتل کر دیا۔
- حسنؒ سے مروی ہے کہ جب قاتلین عثمانؓ گرفتار کئے گئے تو ابن ابو بکر یعنی محمد بھی گرفتار کیا گیا۔ اور گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا گیا۔
- عبداللہؓ بن سلام کہتے ہیں کہ جب کوئی نبی قتل ہوتا ہے تو اس کی اُمت سے ستر ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوتا ہے تو اس کے

بدلے پینتیس ۳۵ ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں۔ مگر سیدنا عثمانؓ کے قتل پر کم وبیش ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے۔

عالمِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ

چالیس لاکھ مربع میل کی آباد و شاداب خطہ ارضی کا عظیم حکمران، ہزاروں صحابہؓ کرام، لاکھوں تابعین اور کروڑوں تبع تابعین اور اربوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن نبیؐ کا دوہرا داماد، اسلام اور مسلمانوں کا محسنِ اعظم، شرم وحیا کا پتلا۔ اُمتِ مرحومہ میں سب سے بڑھ کر حلیم، کریم، متواضع، خداترس پورے اکتیس روز ہمہ کبنہ کے بھوک اور پیاس کے شدائد سے نڈھال، تلاوت قرآن میں مشغول نہایت بے دردی، شقاوت، بے رحمی اور سفاکی سے شہید کر دیا جاتا ہے۔

آج ہمیں تاریخ کے کونے کھدرے تلاش کرنے سے ایک رمق بھر بھی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ اُس رحامل کما اولو العزم من الرسل کی زبان سے آہ وفغاں تو در کنار اُف تک کی آواز بھی نکلی ہو۔ اس کی شہادت کے بعد ایک زمانہ تک یعنی جب تک حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر تمام مسلمانوں نے بیعت نہ کر لی تمام عالمِ اسلام ایک شکستہ اور بے ملاح کشتی کی طرح ہچکولے کھاتا رہا۔ اور ان ہچکولوں میں کم وبیش ایک لاکھ فرزندانِ توحید کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

عثمانؓ تجھ پہ لاکھوں درود وسلام!

کتابیات

ابو نعیم
ترمذی
ابو یعلی
مناظرہ جھوک وڈھیل
البتول
طبری
عمرؓ بن خطاب طحطاوی
شیعان ہند مصنفہ ہولسٹر
مضامین مولانا شرر
قیصر التواریخ
تاریخ اودھ
رجال کشی
اخبار الطوال
تنقیح المقال
اعلام الوریٰ با علام الہدیٰ
شرح ابن ابی الحدید
اصول کافی
سیف صارم
خرائج وجرائح
شرح شرائع قمی
کتاب شہادت الفرق بن الفرق

حیات القلوب
الاستبصار
فروع کافی
طبقات ابن سعد
تاریخ خمیس
ہدی الساری
منہاج السنۃ
بخاری
حضرت عثمانؓ ڈاکٹر طہٰ حسین
جلاء العیون
شہید اعظم
منتہی الآمال
خلاصۃ المصائب
حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں (مؤلفہ حکیم پروفیسر علی احمد عباسی)
بنات رسولؐ
نہج البلاغۃ
فیض الاسلام
قرب الاسناد
تفسیر صافی
مراۃ العقول

مجالس المومنین
تہذیب
کتاب شیعہ
تحفۃ العوام
تفسیر مجمع البیان
تذکرۃ المعصومین
ترجمہ قرآن (مولوی مقبول)
ناسخ التواریخ
قصیدۃ الصداقۃ العظمیٰ
عبرت نامہ اندلس
ابن خلدون
ابن اثیر
ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ
وفاء الوفا للسمہودی